منجھلی دیدی



پبلشر

انڈین بک ڈپو۔ لکھنؤ

سنہ ۱۹۴۱ء



باہتمام کا ل. کے. متر ا پرنٹر و پبلشر
انڈین پریس لمیٹڈ- الہ آباد

کرشنا کی ماں پاس پڑوس کے لوگوں کی لیپا اور سوڑے بھون کر اپنا اور کرشنا کا پیٹ پالتی تھی مصیبتیں جھیل کر کسی طرح اس نے کرشنا کو چودہ سال کا کیا تھا، کہ ایک دن وہ اس دُنیا سے چل بسی۔ اب کرشنا کو گاؤں میں کھڑے ہونے کی بھی جگہ نہ رہی۔ اس کی سوتیلی بہن کادمبنی کے گھر کھانے پینے کی کمی نہ تھی، پاس پڑوس کے لوگوں نے اسے صلاح دی کہ جا تو اپنی بہن کے گھر جا کر رہ۔ وہ بڑے آدمی کے گھر بیاہی ہے۔ اس کے یہاں تو بھر پیٹ روٹی تو کھا سکے گا۔

ماں کی جُدائی۔ غربت اور اس بھری پُری دُنیا میں اپنے کو یتیم پا کر وہ بیمار ہو گیا۔ آرام ہونے پر کسی طرح مانگ جانچ کر اس نے اپنی ماں کی تیرھویں کی۔ اور اپنے مُنڈے ہوئے سر پر ایک چھوٹی سی پوٹلی رکھ کر وہ اپنی بہن کے گھر راجبالے گاؤں میں آیا۔ بہن اسے پہچانتی نہ تھی اور جب اسے پتہ چلا کہ اس کا سوتیلا بھائی اس کے سر کا بوجھ ہونے آیا ہے تو اس کے تیور بدل گئے۔ بڑے سلیقے سے اس نے اپنے بال بچوں کو لے کر اپنا گھر سنبھالا تھا۔ اچانک اس لڑکے کا آنا اسے

ایک غیبی بلا سا معلوم ہوا۔

محلہ کا ایک بوڑھا جو کرشنا کو راستہ دکھا کر یہاں تک لایا تھا اسے کادمبنی نے دو چار کڑی باتیں سُنا کر کہا۔ "بڑی عنایت کی ہے دادا، جو اس میرے سگے کو بلا لائے ہو، شرم نہیں آتی۔ منہ کا نوالہ نکالنے کے لئے ہی کیا تم ابھی تک زندہ ہو۔" پھر اپنی سوتیلی ماں کو کوستی ہوئی بولی۔ بدذات عورت نے جیتے جی تو کسی دن بات بھی نہ پوچھی۔ خبر بھی نہ لی۔ اب مر کر کرنی کرتوت کے نام پر اس ابھاگے کو یہاں بھیجا ہے۔ لے جا تو اسے میں یہ بوجھ نہ اُٹھا سکوں گی۔"

بوڑھا ذات کا نائی تھا۔ وہ کرشنا کی ماں کو بہت مانتا تھا۔ اماں جی کہتا تھا اسی لئے اتنی کھری کھوٹی سُن کر بھی چُپ رہ گیا اور بڑی عاجزی سے بولا۔ "دیدی بھگوان کا دیا ہوا سبھی کچھ تمھارے پاس ہے۔ کتنے ہی نوکر چاکر فقیر فقرا تمھارے ٹکروں پر پل رہے ہیں یہ چھوکرا بھی مُٹھی بھر بھات کھا کر تمھارے دروازے پر پڑا رہے گا۔ بڑا بھولا لڑکا ہے۔ بھائی مان کر نہ سہی، ایک یتیم اور مصیبت زدہ سمجھ کر ہی پڑا رہنے دے۔

ایسی تعریف سُن کر پولیس کے داروغہ کا بھی دل پگھل جاتا ہے۔ کادمبنی تو ایک معمولی عورت تھی۔ مطلب یہ کہ اس وقت چپ ہو گئی۔ بوڑھے نے کرشنا کو الگ لے جا کر دو چار نصیحتیں کیں اور آنسو پوچھتا ہوا اپنے گھر کو چل دیا۔

کرشنا کو پیر رکھنے کی جگہ تو ملی ۔

کادمبنی کے خاوند نوین مُکرجی چاول کا روزگار کرتے تھے۔ انھوں نے دوپہر کو گھر آکر ترچھی نظر سے کرشنا کو دیکھ کر پوچھا "یہ کون ہے؟" کادمبنی نے مُنھ پھلا کر جواب دیا۔ "تمھارا سالا ہے۔ بڑا سگا ہے۔ کھلاؤ۔ پلاؤ۔ پہناؤ۔ پال پوس کر آدمی بناؤ۔"

نوین اپنی سوتیلی ساس کی موت کی خبر پا چکے تھے۔ سب سمجھ گئے بولے "ہوں" لڑکے کا جسم تو خوب گول مٹول چکنا چپڑا ہے۔

کادمبنی نے کہا کیوں نہ ہو "میرے والد جو کچھ چھوڑ گئے تھے وہ سب اس کی ماں نے اسی کے پیٹ میں تو ٹھونسا ہے مجھے تو اس میں سے کانی کوڑی بھی نہیں ملی"۔

کہنے کی کچھ ضرورت نہیں روپیہ پیسہ اور جائداد کے نام سے صرف ایک کچی جھوپڑی اور اسی سے ملا ہوا ایک نیبو کا پیڑ تھا۔ جھوپڑی میں رہ کر بیچاری بیوہ کسی طرح اپنا اور اپنے بچے کا پیٹ پالتی تھی اور فصل میں نیبو بیچ کر اس کے لئے مدرسہ کی فیس اکٹھا کرتی ۔

نوین نے غصے کو دباتے ہوئے کہا "اچھا"۔

کادمبنی نے کہا اچھا نہ ہوگا تو کیا سالا جو ٹھہرا۔ اسے اس طرح لاڈ پیار سے رکھنا ہی ہوگا۔ اس کی وجہ سے چاہے پانچوں لڑکوں کو

ایک وقت روٹی بھی نہ نصیب ہو۔ ایسا نہ کروگے تو بدنامی ہوگی۔

اب کادمبنی پاس کے گھر کی کھلی ہوئی دومنزلے کی کھڑکی کو ترچھی نظروں سے دیکھنے لگی۔ اِس گھر میں کادمبنی کی منجھلی دیورانی ہیمانگی رہتی تھی۔ کرشنا برآمدے میں ایک کنارے سر جھکائے بیٹھا مارے شرم کے مرا جارہا تھا۔ کادمبنی نے اندر جاکر ناریل کے خول میں تھوڑا سا تیل لاکر کرشنا کے سامنے رکھ دیا اور کہا "جھوٹ موٹھ کا رونا بند کرو۔ جاؤ تالاب میں غوطہ لگا آؤ۔ مگر سُنو خوشبودار تیل لگانے کی تو عادت نہیں ہے بابو صاحب"۔ پھر ذرا آواز کو تیز کرکے اپنے شوہر سے کہا اگر نہانے جانا تو ان بابو صاحب کو بھی ساتھ لیتے جانا۔ نہیں تو اکیلے جاکر کہیں ڈوب مرے گا تو گھر بھر کے ہاتھوں میں ہتھکڑی پڑجائے گی۔

کرشنا کھانا کھانے بیٹھا تھا۔ ایک تو اس کی خوراک ویسے ہی زیادہ تھی۔ اس پر کل شام سے اب تک ایک دانہ بھی اس کے مُنہ میں نہ گیا تھا۔ آج اتنی دُور پیدل چل کر آیا تھا۔ اور دیر بھی کافی ہوگئی تھی۔ بیچارہ تھالی میں پروسا ہوا بھات دیکھتے ہی دیکھتے چٹ کرگیا۔ لیکن تب بھی اس کی بھوک نہ مٹی۔ نوین بابو پاس ہی بیٹھے ہوئے کھا رہے تھے۔ کرشنا کی طرف دیکھ کر اپنی بیوی سے بولے اس کو تھوڑا سا بھات اور دے جاؤ۔ "دیتی ہوں" کہکر کادمبنی اُٹھی اور بہت سا بھات لاکر کرشنا کی تھالی میں ڈال دیا۔

پھر زور سے ہنستے ہوئے کہا۔ اب تو بن گیا۔ اس ہاتھی کو کھلاتے کھلاتے تو ہمارا گھر بھی خالی ہو جائے گا۔ دیکھو کل موٹے ہی چاولوں کا ایک بورا نہیں دینا نہیں تو کہے دیتی ہوں اگر مہین چاول ہی کھلاتے رہے تو دیوالہ ہو جائے گا۔

اس طرح کی بات چیت سے، کرشنا کے دل پر بڑی گہری چوٹ لگی۔ اس کا جھکا ہوا سر شرم کے مارے اور بھی جھک گیا۔ وہ اپنی ماں کا اکلوتا بیٹا تھا۔ دکھیا غریب ماں نے محنت مزدوری کر کے اسے مہین چاول کھلائے تھے یا نہیں۔ یہ تو ٹھیک نہیں معلوم لیکن اتنا ضرور تھا کہ اسے پیٹ بھر کھانے کے جرم میں کسی دن اس طرح شرم سے سر نیچا کرنا پڑا ہو۔ اسے یاد آیا کہ اس کے ہزار بھوک سے زیادہ کھا لینے پر بھی اس کی ماں کا جی نہیں بھرتا تھا۔ وہ ہمیشہ کم کھانے کی ہی شکایت کرتی رہتی تھی۔ کرشنا کو اس دن کی یاد آ گئی جب اس نے لقمہ چاول زیادہ کھا کر پتنگ اڑانے کے لئے ماں سے پیسے وصول کئے تھے۔

کرشنا کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں اور آنسوؤں کی بڑی بڑی بوندیں تھالی میں ٹپ ٹپ گرنے لگیں۔ بچارا دہی بھات چپ چاپ سر جھکائے ہوئے کھانے لگا۔ اس کی اتنی ہمت نہ ہوئی کہ دوسرا ہاتھ اٹھا کر آنسو پونچھ ڈالتا۔ بیچارہ ڈرتا تھا کہیں بہن کی نظر نہ پڑ جائے کچھ دیر پہلے اسی روز

ڈانٹ سُن چکا تھا۔ اس لعنت ملامت نے ماں کی موت کے اتنے بڑے صدمے کو اور بھی شدید کر دیا۔

۲
(۶)

باپ دادا کا مکان دونوں بھائیوں نے دو حصے کر کے آپس میں تقسیم کر لیا تھا۔ پاس کا دومنزلہ مکان منجھلے بھائی ویپن کے حصے میں آیا تھا چھوٹا بھائی بہت پہلے ہی مر چکا تھا۔ ویپن بھی چاول کا روزگار کرتا تھا۔ اس کی بھی مالی حالت اچھی تھی مگر بڑے بھائی نوین کے برابر اس کے پاس پیسہ نہ تھا تاہم اس کا مکان بھی دومنزلہ بن گیا تھا۔ منجھلی بہو ویپن کی بیوی ہیمانگی شہر کی لڑکی تھی۔ اسے شان و شوکت سے رہنا پسند تھا۔ اسی بات پر چار سال پہلے دونوں دیورانی۔ جیٹھانی لڑ جھگڑ کر الگ ہو چکی تھیں۔ اس وقت سے اب تک کئی بار آپس میں دل کھول کر لڑ چکی تھیں۔ اب دونوں میں کچھ میل ہو گیا ہے لیکن کدورت اب بھی دونوں کے دلوں میں باقی ہے۔

جھگڑے کی جڑ تو کادمبنی ہی تھی۔ وہی دونوں بھائیوں کے دلوں کو پھر پاس آنے نہ دینا چاہتی تھی۔ وہ بہت ہی چالاک عورت تھی۔ وہ بخوبی جانتی تھی کہ حصہ بانٹ کر کے الگ الگ ہونے والے بھائی سے چاہے

بھائی چارہ

جان سے بھی زیادہ پیار کیوں نہ ہو پھر پہلا سا بھائی چارہ قائم نہیں ہو سکتا۔ ٹوٹا ہوا چولھا پھر ایک نہیں ہوتا۔ لیکن منجھلی بہو اس معاملہ میں سیدھی تھی۔ جیٹھانی کی طرح مطلب ہی کے سب ڈھب اسے یاد نہ تھے۔ وہ دل کی صاف تھی۔ پیٹ میں بات نہ رکھتی تھی۔ منجھلی بہو لڑنے میں ذرا بھی کمزور نہ تھی لیکن تھوڑی دیر کے بعد میل کر لینے میں بھی کم نہ تھی۔ کسی نہ کسی طرح وہ اپنی جیٹھانی کو منا کر اپنے گھر لے جاتی اور اسے کھلائے بغیر نہ آنے دیتی۔ اسی طرح یہ دونوں لڑتی جھگڑتی۔ ملتی جلتی اتنی مدت گزار لائی تھیں۔

آج کوئی تین بجے کے قریب ہیمانگی جیٹھانی کے گھر آئی۔ کرشنا کوئیں کے پاس پکے چبوترے پر دھوپ میں بیٹھا ہوا صابن سے مل مل کر کپڑے دھو رہا تھا اس کے پاس کپڑوں کا انبار لگا ہوا تھا۔ کادمبنی کچھ دور پر کھڑی ہوئی کم سے کم صابن استعمال کرنے اور زیادہ سے زیادہ طاقت لگا کر کپڑے صاف کرنے کی حکمت بتا رہی تھی۔ ہیمانگی کو دیکھ کر وہ ایک دم کہہ اٹھی۔ اوہ! چھوکرا ایسے میلے چکٹے کپڑے لے کر آیا تھا۔

بات سچ تھی کرشنا جیسے میلے کپڑے پہن کر آیا تھا ویسے کپڑے کوئی بھی کسی عزیز رشتہ دار کے یہاں پہن کر نہیں جاتا۔ لیکن کرشنا ایسے زیادہ کپڑے ہی کون سے پہن کر آیا تھا ایک لال کنارے کی زنانی دھوتی

اور ایک پھٹی سی چادر - اِن دونوں کپڑوں کو دھو ڈالنے کی ضرورت تو تھی لیکن دھوبی کے ایک عرصہ سے نہ آنے کی وجہ سے پانچوں گوپال اور اور ان کے والدین کے دھوتی جوڑوں اور کرتوں کی صفائی کرشنا کے کپڑوں سے بھی زیادہ ضروری تھی - ہیمانگی نے دیکھتے ہی یہ جان لیا کہ کپڑوں کا ڈھیر کس کا ہے - لیکن اسکا کوئی ذکر نہ کرتے ہوئے اس نے پوچھا۔

یہ لڑکا کون ہے دیدی ؟

اپنے مکان میں بیٹھے بیٹھے ہیمانگی پہلے ہی سب جان چکی تھی- کادمبنی کو پس و پیش کرتے دیکھ اس نے پھر کہا - لڑکا تو خوبصورت ہے - چہرہ تو تمھارے چہرے سے ملتا ہے - کیا تمھارے مائکے کا کوئی ہے دیدی ؟

کادمبنی نے کچھ چڑھ کر جواب دیا - ہُوں - میرا سوتیلا بھائی ہوتا ہے - ارے او کرشنا اپنی منجھلی دیدی کے پیر تو چھو کیسا احمق لڑکا ہے بھائی ! ارے تیری ماں کو کیا اتنی بھی عقل نہ تھی جو مرنے سے پہلے تجھے بڑے بوڑھوں کے پیر چھونا سکھا جاتی - کرشنا سٹپٹا کر اُٹھا اور آکر جیسے ہی کادمبنی کے پیروں کو چھونے کے لئے ہاتھ بڑھایا ویسے ہی وہ دھمکاتی ہوئی کہہ اُٹھی - ارے بیوقوف ! کیا تو اندھا اور بہرا دونوں ہی ہے میں نے کس کے پیر چھونے کے لئے کہا تھا اور تو کس کے پیر پہ سر رکھنے لگا -

اصل بات یہ تھی کہ جس دن سے کرشنا کادھنی کے یہاں آیا تھا اس دن سے برابر لعنت اور پھٹکار برداشت کرتے کرتے اس کی عقل ٹھکانے نہ تھی۔ بہن کی جھڑکی سن کر گھبرائے ہوئے کرشنا کی عقل اور بیکار ہو گئی۔ بیچارے نے کھسک کر ہیمانگی کے پیروں پر سر جھکایا ہی تھا کہ بیچ میں اس نے ہاتھ سے پکڑ لیا اور اس کی ٹھڈی پکڑ کر دعا دیتے ہوئے کہا۔ رہنے دو۔ رہنے دو۔ ہو گیا بھائی۔ تمھاری بڑی عمر ہو۔ کرشنا متعجب سا ہو کر ہیمانگی کا منہ تکنے لگا۔ اس گاؤں میں اس طرح کی میٹھی باتیں بھی کوئی کر سکتا ہے یہ اس کے دماغ میں کسی طرح بھی نہ آتا تھا۔

اس کے چہرے کو جس سے انتہائی خوف مصیبت اور لاچاری ٹپک رہی تھی دیکھتے ہی ہیمانگی کے دل کو جیسے کسی نے زور سے اندر ہی اندر مروڑ دیا۔ وہ رو سی پڑی۔ اب وہ اپنے کو اور نہ روک سکی اور لپک کر اس بدقسمت لڑکے کو چھاتی کے پاس کھینچ کر اس کے تھکے اور پسینے سے تر چہرے کو اپنے آنچل سے پونچھنے لگی اور جیٹھانی سے بولی۔ "اس لڑکے سے کپڑے دھلوانا مناسب نہیں معلوم ہوتا دیدی۔ اس کام کے لئے کسی نوکر کو کیوں نہ بلا لیا۔

کادمبنی کو اس طرح کی بات چیت سن کر بہت تعجب ہوا وہ سناٹے میں آگئی۔ یکایک کچھ جواب نہ بن پڑا۔ مگر پھر فوراً ہی اپنے کو سنبھال کر

بولی "منجھلی بہو، میں تو تمھاری طرح رئیس ہوں نہیں کہ میرے گھر دس پانچ نوکر چاکر لگے ہوں میں تو ایک ...."

بات پوری ہونے کے قبل ہی ہیمانگی نے اپنے مکان کی طرف منہ کر کے لڑکی پکار کر کہا "اُوما۔ شوا کو یہاں بھیج تو دے۔ جیٹھ اور جیٹھانی جی کے کپڑے تالاب سے دھو کر سوکھنے کے لئے ڈال دے" پھر جیٹھانی کی طرف مڑ کر بولی "کرشن اور پانچوں گوپال شام کو میرے یہاں کھانا کھائیں گے۔ پانچوں جیسے ہی اسکول سے آوے میرے یہاں بھیج دینا۔ تب تک میں اس کو لئے جاتی ہوں" پھر کرشنا سے بولی۔ "جیسے یہ تیری دیدی ہیں ویسے ہی میں بھی تیری دیدی ہوں آؤ میرے گھر چلو"

کرشنا کا ہاتھ پکڑ کر ہیمانگی اپنے گھر کی طرف چل دی۔

کادمبنی نے روکا نہیں۔ اتنا ہی نہیں ہیمانگی کا اتنا بڑا حملہ بھی وہ چپ چاپ سہہ گئی اس کی وجہ یہ تھی کہ جس نے اس کی اس بڑی طرح خبر لی اس نے ایک وقت کا کھانا بھی تو بچا دیا۔ کادمبنی کے لئے دنیا میں پیسے سے بڑھ کر اور کوئی چیز نہ تھی۔ اسی نے دودھ دینے والی گائے کی لاتیں برداشت کر لینا اس کی عادت سے بعید نہ تھا۔

(۳)

شام کے وقت کادمبنی نے پوچھا۔ "کیا کیا کھایا کرشنا؟"

کرشنا نے شرم سے سر جھکائے ہوئے کہا۔ "پوری"

کادمبنی۔ اور کیا کیا تھا؟

کرشنا نے اسی طرح کہا۔ "رہو مچھلی کا سالن۔ سندیس اور رسگلّے"۔

کادمبنی بیچ ہی میں بول اُٹھی۔ یہ تو بتا کہ مچھلی کا سر منجھلی بہو نے کس کی تھالی میں پروسا تھا۔ اچانک اس سوال کے پیدا ہو جانے سے کرشنا کا چہرہ پیلا پڑ گیا۔ قصائی کی چھری کو دیکھ کر بندھے ہوئے جانور کی جو حالت ہوتی ہے اسی طرح کرشنا کا کلیجہ دھڑکنے لگا۔ جواب میں دیر ہوتے دیکھ کر کادمبنی خود بول اُٹھی۔ "جان پڑتا ہے کہ تیری ہی تھالی میں پروسا تھا کیوں"؟

ایک مجرم کی طرح کرشنا نے اپنا سر جھکا لیا۔

پاس ہی بیٹھے ہوئے نوین بابو حقّہ پی رہے تھے۔ کادمبنی نے انھیں سے کہا۔ "سُن لیا نہ"، دھیرے سے ہوں کر کے نوین بابو پھر حقّہ گڑگڑانے لگے۔

کادمبنی گرم ہو کر کہنے لگی "سگی چچی کا سلوک تو دیکھو۔ میرے پانچوں کو پھلی کا سر کتنا بھلا لگتا ہے۔ یہ کیا منجھلی بہو نہیں جانتی ؟ پھر کیا سمجھ کر پانچوں سے بچا کر گھورے پر موتی بکھیر دیئے"۔ کیوں رے کرشنا سندیش اور رسگلے تو خوب پیٹ بھر کر کھائے ہوں گے ؟ تو نے تو سات جنم یہ چیزیں آنکھوں بھی نہ دیکھی ہوں گی (خاوند کی طرف دیکھ کر) جو دو مٹھی بھات کھا کر جی جاتے ہیں۔ ان کے پیٹ میں پوری اور سندیش ٹھونسنے سے کیا ہو گا ؟ مگر دیکھو۔ میں تم سے کہے دیتی ہوں کرشنا کو منجھلی بہو بگاڑ نہ دیں تو مجھے کتیا کہنا۔

نوین بابو چپ رہے۔ اپنی بیوی کے ہوتے ہوئے منجھلی بہو کا کرشنا کو بگاڑ دینا وہ کسی طرح بھی یقین نہ کر سکے۔ لیکن ان کی بیوی کو اپنے اوپر بھروسا نہ تھا۔ بلکہ خوف تھا کہ بھولی بھالی ہونے کی وجہ سے کوئی بھی اسے ٹھگ سکتا ہے۔ اسی لئے چھوٹے بھائی کرشنا کی بھلائی برائی کی طرف ان کی نگاہ ہر وقت رہنے لگی۔

دوسرے ہی دن سے دو نوکروں میں سے ایک موقوف کر دیا گیا۔ کرشنا اس کی جگہ نوین بابو کی چاول کی دوکان پر کام کرنے لگا۔ وہاں وہ چاول تولتا ہے۔ سات آٹھ میل چل کر چاول کے نمونے لاتا ہے اور دوپہر کے وقت جب نوین بابو کھانا کھانے مکان جاتے ہیں تو وہ دوکان کی

رکھوالی کرتا ہے۔ دو دن بعد کی بات ہے کہ نوین بابو کھانا کھا کر آرام کرکے دوکان لوٹے اور وہ روٹی کھانے کے لیے مکان آیا تو دیکھا بہن پڑی ہوئی سو رہی ہے۔ اس وقت اسے اتنی زور کی بھوک لگی تھی کہ شاید وہ شیر کے منہ میں بھی ہاتھ ڈال کر کھانا نکال لیتا مگر بہن کو جگانے کی ہمت وہ نہ کر سکا۔

باورچی خانے کے باہر چبوترے پر جا کر بیٹھ گیا اور بہن کے جاگنے کا انتظار کرنے لگا۔ اتنے میں کسی نے کرشن کہہ کر آواز دی۔ یہ آواز اسے بڑی ہی میٹھی لگی اور سر اٹھا کر دیکھا تو منجھلی دیدی اپنے مکان کے دوسری منزل کی کھڑکی کا دروازہ پکڑے کھڑی ہیں۔ کرشنا نے ایک بار اس طرف دیکھ کر فوراً سر جھکا لیا۔ دم بھر بعد ہیما نگی نیچے اتر آئی اور کرشن کے سامنے کھڑی ہو کر پوچھنے لگی۔ آج کئی دن سے تم دکھائی ہی نہیں دیئے۔ یہاں اس طرح چپ کیوں بیٹھے ہو۔ ایک تو ویسے ہی بھوک لگنے پہ ذرا سی بات میں آنسو بھر آتے ہیں اس پر اس طرح کی ہمدردی سے بھری ہوئی باتیں سن کر اس کی آنکھیں بھر آئیں۔ اس نے گردن نیچی کر لی لیکن جواب کچھ نہ دیا۔

اصل میں منجھلی بہو کو سبھی لڑکے بچے چاہتے ہیں۔ ان کی آواز سن کر کادمبنی کی چھوٹی لڑکی باہر نکل آئی اور وہیں سے چلا کر بولی۔ کیشنو ماموں

تمھارا کھانا چوکے میں ڈھکا ہوا رکھا ہے۔ جا کر کھا لو۔ ماں کھا پی کر سو رہی ہیں۔

ہیما نگی تعجب میں ہو کر کچھ دیر تک دیکھتی رہی۔ پھر بولی "کرشن نے ابھی تک کھایا بھی نہیں اور تیری ماں پڑی سو رہی ہیں"۔ کیوں رے کرشن آج تیرے کھانے میں اتنی دیر کیوں ہو گئی؟

کرشنا ویسے ہی گردن جھکائے کھڑا رہا۔ ٹونی نے اس کی طرف سے جواب دیا۔ "کشنو ماموں کو تو روز ہی اتنی دیر ہوتی ہے۔ جب بابو جی کھانا کھا کر دوکان واپس جاتے ہیں تب ماموں آتے ہیں۔

ہیما نگی پر سارا حال ظاہر ہو گیا۔ کرشن کو دوکان کے کام میں لگا دیا گیا ہے۔ تو وہ بخوبی جانتی تھی کہ اس لڑکے کو یوں ہی خالی بٹھلا کر کوئی بھی کھانے کو نہ دے گا۔ مگر اتنی سختی ایک بہن اپنے بھائی کے ساتھ چاہے وہ سوتیلا ہی کیوں نہ ہو، کر سکتی ہے۔ یہ اُس کے دماغ میں آنے والی بات نہ تھی۔ ایک بار ڈھلتے ہوئے دن کی دھوپ کی طرف اور ایک بار بھوکے پیاسے کرشن کی طرف دیکھ کر اس کی آنکھوں میں خود بخود آنسو آ گئے۔ آنچل سے آنسو پونچھتے ہوئے وہ اپنے مکان میں چلی گئی۔ دو ہی منٹ گزرے ہوں گے کہ دودھ سے بھرا کٹورا ایک ہاتھ پر رکھے ہوئے وہ پھر واپس آ گئی۔ دیکھا کرشن کھا رہا ہے۔ پیتل کی ایک چھوٹی سی تھالی میں

لال چاولوں کا بھات ہے۔ جیل خانہ کی طرح ذرا سی دال اور سبزی کے نام سے مولی کے پتوں کا ساگ۔ ہیمانگی کا لایا ہوا دودھ دیکھ کر کرشنا کا اُداس چہرہ کسی قدر کھل اُٹھا۔

ہیمانگی دروازے کے پاس آکر کھڑی ہوگئی۔ جب کرشنا کھاپی کر تالاب میں ہاتھ مُنہ دھونے کے لئے گیا تو اُس نے چوکے کے اندر جھانک کر دیکھا۔ تھالی میں بھات کا ایک دانہ بھی نہ دکھائی دیا۔ بھوک اتنی زیادہ تھی کہ اتنے خراب کھانے کو بھی وہ بڑے شوق سے کھا گیا۔

ہیمانگی کا بڑا لڑکا للت کرشنا کے ہی برابر ہوگا۔ ہیمانگی اپنے نہ رہنے پر اپنے پیارے بیٹے کی ایسی ہی حالت ہو جانے کا خیال کرنے لگی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس کی آنکھیں بھر آئیں اور گلا رُندھ گیا۔ اسی حالت میں وہ اپنے مکان کو چل دی۔

۴

ہیمانگی کو اکثر بخار ہو آتا تھا اور دو ایک دن بعد آپ ہی آپ چنگی بھی ہو جاتی تھی۔ اس واقعہ کے کئی دن گزر جانے کے بعد ایک دن اسی طرح کا معمولی سا بخار اسے پھر آگیا۔ ہیمانگی شام کو چراغ جلا کر چُپ چاپ اپنے بستر پر لیٹ رہی۔ پاس کوئی نہ تھا۔ اچانک اسے

معلوم ہوا کہ جیسے کوئی بہت احتیاط سے کواڑ کے پاس کھڑا ہوا اندر جھانک رہا ہے۔ ہیما نے پکارا۔ وہاں کون کھڑا ہے ارے للت کیا تو ہے؟ کوئی نہیں بولا۔ دوبارہ پوچھنے پر جواب ملا "میں ہوں"۔
ہیما۔ میں کون اندر آ تو دیکھوں۔
کرشنا شرماتا ہوا اندر داخل ہو کر دیوار کے سہارے کھڑا ہو گیا۔ ہیما نگی اٹھ بیٹھی اور بڑے پیار سے پاس بلا کر پوچھا۔ کیا ہے کرشن؟
کرشن اور بھی پاس کھسک آیا۔ میلی دھوتی کے کھونٹ سے دو ادھ پکے امرود کھول کر بولا۔ یہ بخار کے اتر جانے پر کھانے میں بڑے اچھے لگتے ہیں۔
ہیما نے بڑی محبت سے اسے لے کر کہا۔ "یہ کہاں سے لے آیا۔ میں تو کل سے ان کے لئے لوگوں کی بڑی خوشامد کر رہی ہوں۔ کوئی بھی نہ لایا۔ کیونکہ کسی کو ملا ہی نہیں۔" یوں کہتے ہوئے معہ امرود کے کرشن کا ہاتھ پکڑ کر ہیما نے اپنے پاس بٹھا لیا۔ فطری شرم اور بھولے پن سے کرشن بڑی خوشی سے اپنا سر جھکائے ہوئے بالکل ہیما کے قریب بیٹھ گیا۔ اگرچہ امرود کی فصل نہ تھی اور ہیما بھی اُن کے لئے بےچین نہ تھی۔ پھر بھی کرشن کے اس معمولی تحفہ کی اس نے بڑی قدر کی کیونکہ ان دو کچے پھلوں کے لئے اُس نے بڑی محنت کی تھی۔ وہ یقیناً بڑے قیمتی اور

عزت کے قابل تھے ۔ یہی دو کچے پھل لانے کے لئے آج وہ ساری دوپہر کڑی دھوپ میں مارا مارا پھرا تھا ۔

ہیما نے پوچھا "کرشن اچھا یہ تو بتاؤ کہ یہ تم سے کس نے کہا کہ میں بخار میں پڑی ہوں؟" کرشن کچھ نہ بولا ۔

ہیما ۔ بولتے کیوں نہیں ۔ کس نے تم سے کہا کہ میرا جی امرود کھانے کو چاہتا ہے ۔

کرشن نے اس کا بھی کچھ جواب نہ دیا ۔ اس نے جب سے سر جھکایا اُٹھایا ہی نہیں ۔ شاید وہ اُٹھا ہی نہ سکا ۔

ہیما یہ پہلے ہی جان چکی تھی کہ یہ لڑکا بڑا شرمیلا اور ڈرپوک ہے ۔ اسی لئے اس نے اس طرح بات چیت کرنا شروع کی کہ اس کا ڈر اور شرم کم ہو جاوے ۔ دھیرے دھیرے کرشن کے دل سے ڈر اور شرم کسی قدر دور ہو گئی ۔ پھر تو بات چیت میں ہیما نے بہت کچھ جان لیا ۔ کس طرح سے وہ امرود لایا؟ اس کی ماں کیسے اسے کھلاتی تھی ۔ کتنا زیادہ کام اسے دوکان پر کرنا پڑتا ہے ۔ یہ سب سُن کر ہیما کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں ۔ اس نے آنسو پونچھ کر کہا ۔ کرشن دیکھ میں تیری منجھلی دیدی ہوں اس لئے مجھ سے کبھی کچھ چھپانا نہیں ۔ جب جو کچھ درکار ہو چپکے سے مجھ سے مانگ لے جانا ۔ مانگ لیگا نا ؟

کرشن نے خوش ہو کر کہا "اچھی بات ہے"

کرشن نے سچی محبت یا تو اپنی ماں میں پائی تھی یا آج منجھلی دیدی کی باتوں میں اسے دکھائی دی۔ ماں کی جدائی جو آج تک وہ نہ بھول سکا تھا وہ منجھلی دیدی کو پاکر بہت کچھ کم ہو گیا۔ چلتے وقت منجھلی دیدی کے پیروں کی دھول اٹھا کر ماتھے پر لگاتے ہوئے اُسے ایسا محسوس ہوا گویا وہ ہوا میں اُڑا جا رہا ہے۔

اِدھر اِس کی اصلی بہن کا برتاؤ روز بروز خراب ہوتا جاتا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ کرشن اس کی سوتیلی ماں کا یتیم اور لاچار بیٹا تھا۔ وہ اس کے لئے ایک بارسا تھا۔ بدنامی کے خوف سے نہ تو وہ نکالا ہی جا سکتا تھا اور نہ کسی کو دے ڈالا ہی جا سکتا تھا۔ اس لئے جب لاچار ہو کر اُسے رکھنا ہی پڑے گا تو پھر جب تک اس کے ہاتھ پیر سلامت ہیں، جسم ٹھیک ہے، تب تک اس سے خوب کام لینا اور کھلانے کا خرچ کچھ منافع کے ساتھ نکال لینا ہی عقلمندی ہے۔

کرشن جیسے ہی لوٹ کر آیا بہن کا پہلا سوال ہوا۔ آج دوکان سے بھاگ کر کہاں غائب رہے۔

کرشن کچھ نہ بولا۔ کادمبنی نے بیحد غصے میں بھر کر کہا۔ "بتا جلدی"۔

پھر بھی کرشن کا منہ بند ہی رہا۔ کادمبنی ان لوگوں میں نہ تھی۔ جن کا غصہ دوسرے کے چپ رہنے سے کم ہو جاتا ہے۔ وہ اس کے

خلاف کرشن کی خاموشی کو توڑنے کے لئے اور بھی زور سے چلا کر پوچھنے لگی۔ لیکن کرشن پھر بھی چپ رہا۔ کرشن کی خاموشی نے کادمبنی کا غصہ اور بھی بڑھا دیا۔ اس نے اپنے لڑکے پانچوں کو بلا کر کرشن کے کانوں کو خوب گرم کرایا۔ اتنا ہی نہیں اس دن کرشن کے حصے کا کھانا بھی اس نے نہیں پکایا۔ چوٹ کتنی ہی شدید کیوں نہ ہو اگر اس میں رُکاوٹ نہ پڑے تو وہ زیادہ نہیں لگتی۔ پہاڑ کی چوٹی سے پھینک دینے سے ہی ہاتھ پیر نہیں ٹوٹتے بلکہ ٹوٹتے ہیں اُس وقت جب پیروں سے لگ کر سخت زمین نیچے گرنے کی تیزی میں حائل ہوتی ہے۔ کرشن کا بھی یہی حال ہوا۔ ماں کی موت کے بعد اس کے پیروں کے نیچے کا سہارا ایک دم سے ہٹ گیا تھا۔ اس لئے بڑی سے بڑی چوٹ بھی اسے محسوس نہ ہوتی تھی۔ اگرچہ ڈانٹ اور پھٹکار کا وہ عادی نہ تھا تو بھی جب سے وہ اس گھر میں آیا تھا کادمبنی کے ظلم و ستم کو وہ اسی لئے برداشت کر لیتا تھا۔ کہ اس کے پیروں کے نیچے اس کے سوا اور کوئی سہارا نہ تھا۔ لیکن آج وہ برداشت نہ کر سکا۔ کیونکہ آج وہ ہیما کے سہارے کے تخت پر بیٹھا ہوا تھا۔ اسی لئے آج کے ظلم و ستم نے اسے بہت تکلیف پہنچائی۔ ماں بیٹے دونوں اس یتیم اور غریب لڑکے کو بُری طرح سزا دے کر چلے گئے۔ کرشن اندھیرے میں زمین پر لیٹ کر تنہائی میں آج بہت دنوں کے بعد پھر ماں کو یاد کر کے

منجھلی دیدی کا نام لے لے کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔

۵

دوسرے دن صبح سویرے ہی کوئی آدمی چپکے چپکے ہیما کے گھر میں گھس آیا۔ اور ہیمانگی کے بستر پر ایک کنارے پیروں کے پاس بیٹھ گیا۔ ہیمانے پیروں کو کچھ سمیٹ کر تپاک سے پوچھا "آج دوکان نہیں گئے کرشن!"

کرشن۔ اب جاؤں گا۔

ہیما۔ دیر نہ کرو بھیّا چلے جاؤ۔ ورنہ ابھی گالیوں کی بوچھار ہونے لگے گی۔

کرشن کا چہرہ پہلے کچھ لال پھر پیلا ہو گیا۔ "جاتا ہوں" کہہ کر وہ اُٹھ کھڑا ہوا۔ ایک بار اِدھر اُدھر دیکھ کر وہ کچھ کہتے کہتے رُک گیا۔

ہیمانگی نے شاید اس کے دل کی بات جان لی۔ پوچھا "کیا مجھ سے کچھ کہنا چاہتے ہو؟

کرشن نیچی کئے ہوئے بہت ہی دھیمی آواز سے بولا۔ "کل کچھ کھانے کو نہیں ملا دیدی"۔

ہیما۔ کیا! کل سے کچھ نہیں کھایا؟

کچھ دیر تک تو ہیمانگی سناٹے میں رہی۔ اس کے بعد اس کی آنکھیں کچھ کچھ نم ہو گئیں۔ ہاتھ پکڑ کر کرشن کو اپنے پاس کھینچ لیا۔ اور رفتہ رفتہ سب

باتیں پوچھ لینے کے بعد کہا تو کل ہی رات کو کیوں نہیں چلا آیا۔

کرشن چُپ رہا۔

ہیما نگی اپنے آنچل سے آنسو پونچھ کر بولی۔ "تجھے میں اپنے سر کی قسم دیتی ہوں بھائی۔ آج سے تو مجھ کو اپنی سگی ماں ہی سمجھا کر۔ سمجھ لے تیری ماں ابھی مری نہیں زندہ ہے۔

کسی طرح یہ سب باتیں کادمبنی کو معلوم ہو گئیں۔ اس نے اپنے گھر سے ہی منجھلی بہو کو پکار کر کہا کیا میں اپنے بھائی کو کھلا نہیں سکتی جو تم نے گلے پڑ کر اتنی سب باتیں اس سے لگائیں بجھائیں"۔

کہنے کا یہ ڈھنگ دیکھ کر ہیما نگی کے بدن میں آگ سی لگ گئی۔ لیکن اس نے اپنے غصہ کو اندر ہی اندر دبا کر بڑی ہی نرمی سے کہا۔ "اگر گلے پڑ کر ہی کہا ہو میں نے تو بھی اس میں کون سا جُرم ہے"۔

کادمبنی۔ اچھا جو میں بھی تمھارے للت کو بلا کر اسی طرح اُلٹی سیدھی باتیں سمجھا دوں تو تمھاری کیا رہ جائے گی۔ تم اس طرح شہ دیتی رہو گی تو تم ہی کہو کہ میں کس طرح اسے اپنے قابو میں رکھ سکوں گی۔ کس طرح اسے تعلیم دے سکوں گی۔

اب اور زیادہ ہیما نگی سے برداشت نہ ہو سکا۔ بولی۔ "پندرہ سولہ سال سے تمھارے ساتھ رہتی ہوں تم کو میں خوب سمجھتی اور پہچانتی ہوں

پہلے پیٹ کی مار سے کر اپنے لڑکے پر حکومت کرو۔ اس کے بعد پرائے لڑکے کی خبر گیری کرنا۔ تب میں گلے پڑ کر کوئی بات کہنے نہ آؤں گی"۔

کادمبنی متعجب ہو کر بولی۔"میرے پانچو اور اس کی برابری۔ دیوتا کا بندر سے مقابلہ۔ میں یہ پوچھتی ہوں کہ اس کے بعد تم اور بھی نہ جانے کیا کیا کہتی پھرو گی"۔

ہیمانگی نے جواب دیا۔"کون دیوتا ہے اور کون بندر یہ میں اچھی طرح جانتی ہوں لیکن اب میں اور کچھ نہ کہوں گی دیدی۔ جو کہوں گی تو یہی کہ تم سے زیادہ بے رحم اور تم سے زیادہ بے حیا عورت اس دنیا میں نہ ہوگی۔

جواب کا انتظار نہ کر کے ہیمانگی نے اپنی کھڑکی بند کر لی۔

اسی دن شام سے کچھ پہلے، مالکوں کے گھر لوٹنے کے وقت کادمبنی نے اپنے آنگن میں کھڑے ہو کر نوکرنی کو بیچ میں کر کے چلا چلا کر کوسنا شروع کر دیا۔ جو دن رات سب کی خبر لیتے ہیں وہ ہی اس کا انتظام کریں گے۔ دیکھتی ہوں ماں سے زیادہ خالہ کو درد ہے۔ ہم لوگ بھائی کی محبت نہیں جانتے۔ جانتے ہیں غیر لوگ۔ کبھی بھی اس کا نتیجہ اچھا نہ ہوگا۔ بھائی بہن کو آپس میں لڑا کر دور سے تماشا دیکھنے والا کبھی چین سے نہ بیٹھ سکے گا۔ یہ میں کہے دیتی ہوں۔ اس طرح کہتے ہوئے وہ باورچی خانہ میں گھس گئی۔

آج تک دونوں گھر کی مالکنوں میں اس طرح کا گالی گلوچ اور

تُو تُو مَیں مَیں کئی بار اور کئی طرح سے ہو چکی تھی۔ یہ کوئی نئی بات تو تھی نہیں لیکن یہ ضرور ہے کہ اس مرتبہ گھریلو جنگ میں جو تیکھا پن اور نفرت کا رنگ تھا وہ پہلے کبھی اس حد تک نہ دکھائی دیا تھا۔ اکثر ایسا ہوتا تھا کہ ہیا نگی جلی کٹی باتوں کو سُن کر بھی ٹال جاتی تھی لیکن آج اس کا جی اچھا نہ تھا اس وجہ سے وہ برداشت نہ کر سکی۔ اُٹھی اور کھڑکی کھول کر بولی۔ اتنا ہی کہہ کر کیوں چپ ہو گئی ہو دیدی۔ شاید ابھی اس دنیا کے مالک کے کان تک تمہاری آواز نہ پہنچی ہوگی۔ اور تھوڑی دیر تک ہمارا سب کچھ مٹا دینے کی دعا مانگ لو۔ جیٹھ جی آجاویں وہ سُن لیں۔ میرے گھر کے لوگ بھی آکر یہ سب سُن کر خوش ہو لیں۔ اتنی ہی دیر میں اس طرح تھک جانے سے کیسے کام چلے گا۔

اب کیا تھا جرخی میں آگ کی چنگاری لگ گئی۔ کادمبنی تیزی سے دوڑتی ہوئی آنگن میں پھر آگئی اور اوپر کو مُنہ کرکے چلّا کر کہنے لگی۔ میں نے کیا کسی کلمُھی کتیا کا نام لیا تھا۔

ہیا نے کچھ ٹھہر کر سنجیدگی سے کہا "نام کیوں مُنہ سے نکالوگی دیدی۔ مُنہ نکالنے والی عورتوں میں تم ہی ہو۔ مگر کیا تم نہیں سمجھتی ہو کہ اکیلی تم ہی چالاک ہو اور ساری دنیا احمق ہے۔ یہ کیا کوئی نہیں جانتا کہ ٹھونک ٹھونک کر کس کا سر پھوڑ رہی ہو"۔

اب تو کادمبنی نے اپنی اصلی شکل اختیار کر لی ۔ مُنہ بنا کر۔ ہاتھ مٹکا کر۔ پَیر پھٹکا کر چھپکلی کی طرح ناچ ناچ کر کہنے لگی ۔ سمجھ ہی لیا تو کیا ہوگا۔ جو بُرا ہوگا بُرائی میں رہے گا۔ اُسے بُرا لگے ہی گا ۔ اور کیا اکیلی تم ہی سمجھتی ہو میں نہیں سمجھتی ۔ کرشن جب پہلے یہاں آیا تھا تو کتنا سیدھا تھا جو کچھ کہتی تھی چُپ چاپ وہی کرتا تھا ۔ تم خود ہی اس میکو کی ماں سے پوچھ لو ۔ آج دوپہر کو دو پھیٹ سے کیا جواب دے گیا ۔ یہ کس کے بوتے پر ؟ یہ کہتے ہوئے کادمبنی نے میکو کی ماں کی طرف بھی اُنگلی اُٹھا کر اشارہ کر دیا ۔ میکو کی ماں نے کہا یہ سچ کہتی ہیں منجھلی بہو ۔ آج جب وہ سامنے کا دال بھات چھوڑ کر اُٹھ کھڑا ہوا تب بہو رانی نے اتنا ہی کہا کہ جب یہ بھات کھائے بغیر موت کے مُنہ میں جانا پڑے گا تو اتنی شان کس بات پر دکھاتے ہو۔ اس پر اُس نے کہا ۔

”اپنی منجھلی دیدی کے ہوتے ہوئے میں کسی کو بھی نہیں ڈرتا “

کادمبنی نے اینٹھ کے کہا ” اب تو سُن لیا میرا کہنا ٹھیک ہے کہ نہیں۔ آج میں صاف صاف کہے دیتی ہوں اسے تم اپنے گھر نہ بلایا کرو۔ ہم بھائی بہن کے بیچ میں پڑنے کا تم کو حق ہی کیا ہے ۔

یہ سُن کر ہیما نگی کے تعجب کی حد نہ رہی کھڑکی سے ہٹ کر وہ سوچنے لگی کہ آخر کرشن ہمارا کون ہے ؟ میرا گناہ تو صرف اتنا ہی ہے کہ جو سختیاں کرشن پر ہوتی تھیں ان کو میں نے مُنہ کھول کر کہہ دیا۔ کیا کہوں میرا جی ہی

نہیں مانتا کسی پر نا جائز سختی ہوتے دیکھ کر میرا جی خود بخود بھر آتا ہے۔

درد سر کے ساتھ بخار معلوم ہونے کی وجہ سے ہیما نگی بے وقت ہی آ کر پلنگ پر لیٹ گئی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے اس میں جان ہی نہیں ہے۔ دِپن بابو کمرے کے اندر داخل ہوتے ہی کہنے لگے۔ بھابھی کے بھائی کے بارے میں آج اور کیا جھگڑا کھڑا کر دیا۔ کسی کا کہنا نہ مانو گی۔ کیا دنیا بھر کے یتیم اور لاوارثوں کی طرفداری کرنے کا تم نے ٹھیکہ لکھا لیا ہے؟ کہیں کا بھی کوئی یتیم بس نظر آ جائے کہ تم ہر وقت کمر باندھے ہوئے اس کی طرفداری کرنے کو تیار ہو۔ نا بھائی مجھ سے یہ روز روز کا جھگڑا برداشت نہ ہو گا۔ آج تمھاری وجہ سے بھابھی نے مجھ کو دو چار کھری کھوٹی ناحق سُنا دیں۔

ہیما نگی نے بہت ہی کمزور آواز سے کہا۔ تمھاری بھابھی بھلی بات کرتی ہی کب ہیں۔ اگر آج بھی ناحق باتیں سُنا دیں تو کیا کوئی نئی بات ہو گئی۔

دِپن نے کہا "لیکن آج تو اُنھوں نے ٹھیک ہی کہا۔ تمھاری عادت تو میری سمجھی ہوئی ہے۔ اس دفعہ اس گھر کے چرواہے کے چھوکرے کی طرفداری کر کے بھی تم نے اسی طرح کا جھگڑا کھڑا کر لیا تھا۔ موتی کہار کے بھانجے کا ایسا اچھا باغ ہاتھ میں آ کر بھی کیوں نکل گیا۔ تمھاری ہی وجہ سے تو۔ اُلٹے پولیس کی پوجا کے لئے گھر سے سو روپیہ کی تھیلی دینی پڑی۔ کیا تم اپنا بھلا بُرا بھی نہیں سمجھتی ہو؟ یہ عادت تمھاری کب چھوٹے گی؟

اب ہیما اُٹھ بیٹھی اور خاوند کے چہرے پر نظر گڑا کر بولی "میری عادت مرنے ہی پر جائے گی اِس سے پہلے نہیں - میں ماں ہُوں - میرے آگے میری گود میں لڑکے بچے ہیں - اوپر مالک ہے مجھے اس کا بھی تو کچھ خوف ہے - اس سے زیادہ میں بڑوں کی بُرائی اپنے مُنہ سے نہیں کرنا چاہتی - میری طبیعت اس وقت ٹھیک نہیں ہے - جاؤ اپنا کام کرو -
اس کے بعد مُنہ گھُما کر گرم چادر سر سے اوڑھ کر سو رہی -
وِپن پھر آگے کچھ کہنے کی ہمت نہ کر سکا لیکن دل ہی دل میں اپنی عورت پر اور خاص کر اس بدقسمت لڑکے پر وِپن بُری طرح خفا ہو گیا -

۶

دوسرے دن کھڑکی کھولتے ہی ہیما نگی کے کانوں میں جیٹھانی کی جلی بھُنی آواز پہنچی - وہ اپنے خاوند سے کہہ رہی تھی "چھوکرا کل سے بھاگا ہوا ہے - ذرا اس کی خبر تو لیجئے" خاوند نے جواب دیا "بھاڑ میں جائے یا جی، تلاش کر کے کیا ہو گا" کادمبنی نے کچھ اونچی آواز کر کے کہا تا کہ آس پاس کے لوگ بھی سُن لیں - "تب تو لوگوں کو بدنام کرنے کا اچھا موقع ہاتھ آئے گا" ہمارے دشمن بھی تو یہاں کم نہیں ہیں - بدنامی کے مارے تو ہم کیا اس گاؤں میں رہنا ہی مشکل ہو جائے گا میں کہے دیتی ہوں

کہ اگر کہیں وہ چھوکرا گر پڑ کر مر جائے گا تو گھر بھر کو جیل جانا پڑے گا۔

ہیما سب سمجھ گئی وہ اس وقت کھڑکی بند کر کے دوسری طرف چل دی۔

دوپہر کا وقت کا وقت تھا۔ ہیما باورچی خانے کے سامنے والے چبوترے پر بیٹھی ہوئی تھی۔ ہاتھ کی روٹی کا نوالہ منہ میں ڈالنے ہی والی تھی کہ اچانک چور کی طرح چپکے سے آتے ہوئے کرشن پر اس کی نظر پڑ گئی۔ کرشن پاس آ گیا۔ روکھے بکھرے بال اور سوکھے چہرے کی طرف دیکھ کر ہیما نے کہا! کہاں بھاگ گئے تھے کرشن؟

کرشن ـــ بھاگ تو نہیں گیا تھا۔ شام کو نیند کی وجہ سے دکان میں سو گیا تھا۔ آنکھ کھلی تو دیکھا آدھی رات گزر چکی تھی۔ بھوک لگی ہے دیدی۔

اس گھر میں جا کر کھا۔ کہہ کر ہیما نگی کھانا کھانے لگی۔

منٹ بھر تک چپ کھڑے رہنے کے بعد کرشن جانے لگا۔ ہیما نگی نے اسے روک کر بلایا اور اپنے پاس بٹھا کر مہراجن سے ایک تھال اور دے جانے کے لئے کہہ دیا۔

کرشن قریب کھا چکا تھا کہ اسی وقت باہر کی بیٹھک سے گھبرائی ہوئی اُما دوڑتی ہوئی آئی اور چپ چاپ اشارہ سے یہ خبر دے گئی کہ بابو جی ادھر ہی آ رہے ہیں۔

لڑکی کی گھبراہٹ دیکھ کر ہیما کو بیحد تعجب ہوا۔ بولی آتے ہیں تو

تُو اس طرح ڈر کیوں رہی ہے؟

اُما کرشن کے پیچھے آکر کھڑی ہوئی تھی۔ ماں کے سوال کے جواب میں کرشن کو ہی انگلی سے دکھا کر آنکھ اور مُنہ کی عجیب صورت بنا کر اس نے اشارے سے بتایا کہ یہ چڑ کھا رہا ہے۔

کرشن نے اتفاق سے اُما کو اشارہ کرتے دیکھ لیا۔ اسی دم اس کا چہرہ اُتر گیا۔ اس کے دل میں کون سا ڈر گھس گیا یہ نہیں جا سکتا "منجھلی دیدی بابوجی آتے ہیں" یہ کہہ کر تھالی چھوڑتے ہوئے باورچی خانے کے دروازے کے پیچھے چھپ گیا۔ اس کی دیکھا دیکھی اُما بھی اسی طرف بھاگ گئی۔ جیسے مالک مکان کے آجانے سے چوروں کا گروہ گھبرا کر بھاگنے اور چھپنے کی کوشش کرتا ہے یہ لوگ بھی اسی طرح بھاگے۔ ہیمانگی نے پہلے تعجب سے اِدھر اُدھر دیکھا اور اس کے بعد ہی تھکاوٹ سے چور آدمی کی طرح دیوار کا سہارا لیتے ہوئے بے جان سی ہو کر بیٹھ گئی۔ جیسے شرم اور بے عزّتی کی تلوار اس کے سینے کے پار ہو گئی ہو۔ دم بھر میں وپن بابو وہاں آپہونچے۔ ہیمانگی کو اس بُری حالت میں دیکھ کر گھبرا کے پوچھا۔ کیوں کیا ہوا؟ کھانے کی تھالی سامنے رکھے ہوئے سُست کیوں بیٹھی ہو؟

ہیما نے کچھ جواب نہیں دیا۔ وپن اور زیادہ گھبرا کر کہنے لگا۔ کیا

پھر بخار آ گیا ؟ (تھالی میں سامان پڑا ہوا دیکھ کر) اتنا کھانے کا سامان تھالی میں چھوڑ کر کون اُٹھ گیا ؟ للت ہی ہے نہ - اسی پاجی کی یہ حرکت ہو گی -

ہیما سیدھی ہو کر بیٹھ گئی اور بولی - جی نہیں وہ نہیں ہے - وہی کرشن کھاتے بیٹھا تھا کہ تم آ گئے - تمھارے ڈر سے باورچی خانے کے اندر چھپا کھڑا ہے -

بپن - یہ کیوں مجھ سے ڈرنے کی کیا بات ہے ؟

ہیما - یہ تم ہی جان سکتے ہو - صرف وہی نہیں تمھارے آنے کی خبر دے کر اُما بھی پھرتی سے بھاگ گئی - بپن نے سمجھ لیا کہ اس وقت بیوی کی باتیں کچھ بے ڈھنگی سی معلوم ہو رہی ہیں - اسی لئے اسے ڈھنگ پر لانے کے ارادے سے اُس نے ہنستے ہوئے کہا - وہ پگلی کس خوف کے مارے بھاگ گئی -

ہیما نے کہا - کیا جانوں - شاید اسے یہی ڈر رہا ہو گا کہ ماں کی بے عزتی آنکھوں سے نہ دیکھنا پڑے - بھاگ جانے کی یہی وجہ معلوم ہوتی ہے - (رُک کر اور سانس لے کر) اپنے پیٹ سے پیدا لڑکی بھی جب یہ یقین نہ کر سکی کہ اس کی ماں کسی کو بلا کر ایک مٹھی اناج دینے کا حق رکھتی ہے تب ایک غیر کا لڑکا کرشن اگر ڈر سے بھاگ کھڑا ہوا تو

کچھ تعجب کی بات نہیں ہے۔

اب بپن کا خیال اُدھر گیا کہ بات تو واقعی بے تُکی ہوتی جا رہی ہے اس لئے یہ سوچ کر کہ بات زیادہ اور بڑھنے نہ پائے ہنستے ہوئے کہا۔ نہیں تم کو تو دراصل کوئی حق حاصل نہیں ہے۔ فقیر کو بھیک دینے کا بھی نہیں۔ خیر اس معاملہ کو چھوڑو۔ بتاؤ کل سے سر تو نہیں دُکھا؟ میں سوچتا ہوں کہ شہر کے بڑے ڈاکٹر کیدار بابو کو بلا بھیجوں یا ایک دفعہ کلکتہ تم کو......

بیماری اور اس کے علاج کا مشورہ اسی جگہ رُک گیا۔ ہیما نے پوچھا۔ تم نے اُما کے سامنے کرشن کو کچھ کہا سُنا تھا؟

بپن جیسے آسمان سے گر پڑا ہو۔ بولا۔ میں نے کچھ بھی تو نہیں کہا۔ اوہ۔ ہاں یاد آ گیا اس دن شاید اِتنا کہا تھا۔ بھابھی ناراض ہوتی ہیں۔ دادا بھی بگڑ جاتے ہیں۔ اُما شاید اس جگہ کھڑی تھی۔ ممکن ہے اس نے یہ سُن لیا ہو۔ جانتی ہو نہ۔

"جانتی ہوں" کہہ کر ہیما نے بات وہیں دبا دی۔ بپن نے اپنے باہری کمرے میں پہنچتے ہی کرشن کو وہیں بلا بھیجا اور کہا۔ کرشن یہ چار پیسے لو۔ کسی دوکان سے لیا چوڑے لے لو اور کھا لو۔ بھوک لگنے پر میرے پاس دوبارہ نہ آنا۔ تیری دیدی کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ کسی غیر کو

ایک مٹھی اناج کھانے کو دے سکے۔

کرشن چپ چاپ چلا گیا۔ بیٹھک کے اندر کھڑے ہوئے بپن بابو
اس کی طرف دیکھ کر غصہ سے دانت پیستے رہے۔

۷

پانچ چھ دن کے بعد ایک روز تیسرے پہر کو بپن بہت ہی بگڑا
ہوا مکان میں داخل ہوا۔ آتے ہی بولا۔ یہ سب تم نے کیا شروع کر دیا
منجھلی۔ کرشن تمھارا کون ہے؟ کیوں ایک غیر کے لڑکے کے پیچھے دن
رات اپنوں کے ساتھ لڑائی ٹھانے رہتی ہو؟ آج دیکھا کہ دادا بہت
زیادہ ناراض ہو گئے ہیں۔

کچھ ہی دیر پہلے اپنے گھر میں بیٹھ کر بڑی بہو نے ہیانگی کو نشانہ بنا کر
گالیوں کے تیر چھوڑے تھے ان میں کوئی بھی وار خالی نہ گیا تھا۔ سبھی آ کر
ہیانگی کے سینے میں گھس گئے تھے۔ لیکن جیٹھ جی کی موجودگی کی وجہ سے
اس کے لئے سوا چپ رہنے کے اور کوئی چارہ نہ تھا لہذا چپ رہ گئی۔

جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ پرانے زمانے میں جس طرح مسلمان لوگ
گایوں کو آگے کر کے راجپوتوں پر وار کر کے فتح حاصل کرتے تھے۔ ویسے ہی
شوہر کی موجودگی کا فائدہ بڑی بہو نے آج اٹھایا اور [illegible] ہر کو

مخاطب کر کے سنجھلی بہو کو خوب جی بھر کر کوسا۔

شوہر کی بات سنتے ہی ہیما نگی جل اُٹھی۔ بولی کہتے کیا ہو؟ جیٹھ جی تک غصہ کر کے بگڑ اُٹھے! اتنی بڑی حیرت انگیز بات سُن کر یقین بھی تو نہیں ہوتا۔ خیر اب بتاؤ کیا کرنے سے ان کا غصہ کم ہو گا؟

بپن اس طعنہ زنی سے دِل ہی دل میں بہت خفا ہوا۔ لیکن باہر غصہ ظاہر کرنا اس کی عادت میں نہ تھا اس لئے دلی احساس کو چھپا کر بہت ہی سنجیدگی سے بولا۔ ان سے کیا کہا جائے! بزرگ ہیں تم تو جانتی ہی ہو۔

بات ختم ہونے کے کے پہلے ہی ہیما کہہ اُٹھی سب جانتی ہوں کوئی نادان بچی نہیں ہوں جو بڑے بوڑھوں کی عزت کا خیال نہ رکھتی ہوں۔ مگر بات تو یہ ہے کہ میں جو اس چھوکرے کی تھوڑی سی ہمدردی کرتی ہوں۔ اسی لئے وہ لوگ مجھ کو دکھا دکھا کر دن رات اس کو تنگ کرتے ہیں۔

ہیما کی آواز کچھ دھیمی اور نرم ہو گئی۔ اچانک جیٹھ کے بارے میں سخت الفاظ نکل جانے کے بعد وہ خود بخود اپنے دل میں شرمندہ ہو گئی۔ لیکن اس کے دل میں جو آگ سُلگ رہی تھی اس سے وہ اپنے کو روک نہ سکی۔ بپن خفیہ طور پر اس گروہ میں شامل تھا۔ کیونکہ ایک غیر لڑکے کے مقابل وہ اپنے بھائی اور بھابھی لڑنا جھگڑنا پسند نہ کرتا تھا۔

بیوی کو ذرا نرم ہوتے دیکھکر اُسے سہارا مل گیا۔ وہ ذرا زور دیتے ہوئے بولا۔ "اس میں لاگ ڈانٹ یا چڑھانے کی کوئی بات نہیں۔ وہ اپنے آدمی کو تعلیم دینے کے لیے سختی کرتے ہیں۔ اگر اس میں تم کو بُرا لگتا ہے تو یہ کوئی سمجھداری کی تو بات کہی نہیں جا سکتی۔ دوسرے وہ اسکے عزیز ہیں، اُن کو پورا حق ہے کہ وہ اسے جیسا چاہیں رکھیں۔"

ہیما نے جو شوہر کے چہرے پر نظر ڈالی تو پہلے اسے کچھ حیرت ہوئی۔ کیونکہ سولہ، سترہ سال کے عرصے میں بھائی کے لیے اتنی محبت تو کبھی نہیں دکھائی دی۔ لیکن اس وقت تعجب کے ساتھ ہی غصے کے مارے اسکا سارا جسم جل اُٹھا۔ اس نے کہا "اگر وہ لڑکے کے سرپرست ہیں، تو میں بھی ماں ہوں۔ اگر وہ لوگ اپنے ہی ہاتھ اپنی عزت اُتار پھینکنا چاہتے ہیں تو میں کیسے اسے قائم رکھ سکتی ہوں۔" ایسا معلوم ہوا کہ بپن کچھ جواب دیتے دیتے رُک گیا۔ کیونکہ اس وقت دروازے کے باہر کسی خوف زدہ کی آواز سُنائی دی۔ "منجھلی دیدی"

شوہر اور بیوی دونوں کی آنکھیں چار ہوئیں۔ بپن ذرا ہنس دیا، مگر اسکی ہنسی روکھی تھی۔ ہیما نگی نے آگے بڑھ کر کرشن کی طرف نظر ڈالی۔ کرشن ہیما نگی کو دیکھتے ہی باغ باغ ہو گیا اور فوراً ہی پوچھ بیٹھا "اب کیسی ہو دیدی؟"

کچھ دیر تک ہیماگنی چپ رہی، جس کے لئے شوہر اور بیوی میں ابھی ابھی تیز بات چیت ہو چکی ہے، اس کو سامنے دیکھ کر ہیماگنی نے سارا غصہ اسی پر اتارا۔ ہیما نے کچھ تیز آواز سے کہا "یہاں کیا رکھا ہے، تو یہاں روز روز کیوں آتا ہے' بول"۔

منجھلی دیدی کی اتنی خشک اور کریہہ آواز سن کر کرشن کچھ گھبرا گیا۔ لیکن یہ سمجھنے میں اس بدقسمت لڑکے کو ذرا بھی دیر نہ لگی کہ اس آواز میں بجائے شفقت اور محبت کے نفرت اور غصہ ہے۔

خوف، تعجب، اور شرم کی وجہ سے اس کا چہرہ سیاہ پڑ گیا۔ بولا "دیکھنے آیا ہوں دیدی"۔

بپن ہنس کر بیچ ہی میں بول اٹھا "بیچارہ تمھیں دیکھنے آیا ہے"۔

اس ہنسی سے ہیما کو بڑی چوٹ لگی، اسے ایسا محسوس ہوا کہ گویا کسی نے منہ چڑھا کر اسکا مذاق اڑایا ہو۔ چوٹ کھائی ہوئی ناگن کی طرح ہیما نے ایک بار شوہر کی طرف دیکھا اور آنکھیں چڑھا کر کرشن سے کہا "اب کسی دن بھی یہاں نہ آنا۔ چل بھاگ یہاں سے"۔

"اچھا" کہہ کر کرشن نے کسی طرح اپنے امنڈتے جذبات کو روکھی ہنسی میں چھپانے کی کوشش کی، مگر نا کامیاب رہا، اور سر جھکا کر چل دیا۔

ہیمانگی شوہر کے چہرے پر نظر ڈالتی ہوئی تیزی سے کمرے
سے باہر چلی گئی۔

(۸)

ہیمانگی ایک ہفتہ سے بخار میں پڑی ہے۔ بخار کسی طرح اُترتا
ہی نہیں ہے۔ ڈاکٹر کا کہنا ہے کہ اسے نمونیا ہو گیا۔
شام ہو گئی، چراغ جل گئے۔ اسی وقت صاف کپڑے پہن کر
للت ماں کے پاس کمرے میں آیا اور بولا "ماں، دت بابو کے
مکان پر کٹھ پُتلی کا ناچ ہوگا، دیکھ آؤں" ماں
ماں نے ذرا ہنس کر کہا "کیوں رے للت، تیری ماں ایک
ہفتے سے بیمار پڑی ہے، اور تو ایک بار بھی دیکھنے نہیں آیا۔
للت شرما کر ماں کے سرہانے بیٹھ گیا۔ ماں بڑی محبت سے
للت کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہنے لگی "یہ بخار اگر نہ اُترا اور
میں اسی میں مر گئی، تو تو کیا کرےگا۔ خوب روئیگا کیوں ؟
"جاؤ واہ اچھی ہو جاؤ گی" کہہ کر للت ماں سے لپٹ گیا۔
لڑکے کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر ماں کچھ دیر تک چُپ چاپ پڑی
رہی۔ بخار کی گرمی کو لڑکے کے جسم کی ٹھنڈک نے یکایک کم کر دیا۔

یہ جی چاہا کہ اسی طرح دیر تک پڑی رہے۔ لیکن کچھ ہی دیر بعد للت* اُٹھنے کے لئے بے چین ہو گیا، کٹھ پتلی کا ناچ شاید اب شروع ہو گیا ہو گا یہ ہیمانے بھی دل میں سمجھ لیا۔ ہنس کر بولی "اچھا اب تم جاؤ، ناچ دیکھ آؤ، مگر دیکھو بہت رات نہ ہونے پائے۔"

"نہیں ماں، میں جلدی ہی لوٹ آؤنگا" کہتا ہوا للت ایک ہی چھلانگ میں مکان کے باہر جا پہونچا۔ مگر فوراً ہی واپس آکر بولا۔ "ماں، ایک بات کہوں"

ماں نے ہنستے ہوے کہا "ایک روپیہ چاہیے نا، اس طاق پر رکھے ہیں، جاؤ لے لو۔ لیکن زیادہ نہ لینا۔

"نہیں ماں روپیہ نہ چاہیئے۔ تم میری بات مانوگی، بولو؟"

ماں نے متعجب ہو کر کہا "روپیہ نہ چاہیے تو اور کون سی بات ہے"

للت نے اور پاس آکر چپکے چپکے کہا "کشنو ماموں کو ایک بار یہاں آنے دوگی؟ کمرے کے اندر نہیں آئیگا۔ اس دروازے کے پاس ہی کھڑا ہو کر تم کو دیکھکر چلا جائیگا۔ کل باہر آکر بیٹھا رہا تھا اور آج بھی بیٹھا ہوا ہے۔

ہیمانگی فوراً اُٹھ بیٹھی اور کہا "جلدی جا، للت ابھی اسے بُلا لا۔ ارے، بیچارہ بیٹھا ہوا ہے۔ تم نے مجھ سے کہا کیوں نہیں۔

"وہ مارے ڈر کے نہیں آتا" کہہ کر للت چلا گیا۔ کوئی ایک منٹ کے بعد کرشن کمرے میں داخل ہوا۔ وہ زمین کی طرف نگاہ کرتا ہوا دیوار سے پیٹھ لگا کر کھڑا ہو گیا۔

ہیما نے بلایا "بھیا کشنو آؤ، بیٹھو"

مگر کرشن اپنی جگہ سے نہ ہلا۔ تب ہیما نگی خود اُٹھ کر پاس آئی اور ہاتھ پکڑ کر اسکو اپنے پاس بٹھایا۔ اور پیٹھ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔" ہاں کرشن میں نے اُس دن تجھکو بُرا بھلا کہا تھا، شاید اسی لیے تو اپنی منجھلی دیدی کو بُھلا بیٹھا ہے کیوں؟

کرشن پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ ہیما نگی کو بڑا تعجب ہوا۔ کیونکہ آج تک کبھی کسی نے اِس لڑکے کو روتے نہیں دیکھا۔ کتنی ہی تکلیف کیوں نہ ہو، وہ سب کچھ چُپ چاپ برداشت کر لیتا تھا، لوگوں کے سامنے آنسو نہیں گراتا تھا۔ اسکی اس عادت کو ہیما نگی جانتی تھی۔ اِس لیے اُس نے بڑے تعجب سے کہا" چھی چھی، روتے کیوں ہو۔ کہیں مرد کے بچے آنسو بہاتے ہیں۔ مرد نہیں رویا کرتے۔ سمجھے۔

کرشن نے اپنی دھوتی کا سرا مُنھ میں رکھ کر رونے کی تیزی کو روکتے ہوئے کہا" ڈاکٹر جو کہتا ہے کہ تم کو نمونیا ہو گیا ہے"

ہیما نگی ہنسنے لگی۔ بولی" اچھا! اسی لئے تم روتے ہو، ارے

کیسا پاگل لڑکا ہے تو"، یہ کہتے ہوئے اُسکی بھی آنکھ سے دو آنسو ٹپک پڑے۔ بائیں ہاتھ سے آنسو پونچھ کر وہ کرشن کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے زل لگی کے طور پر کہنے لگی "اگر ڈاکٹر نے کہہ بھی دیا، تو کیا ہوا۔ میں مر بھی جاؤں، تو تو اور للت کندھے پر اُٹھا کر گنگا جی میں ڈال دینا۔

"کیوں مجھلی بہو آج کیسی ہو"، کہتی ہوئی کادمبنی اس وقت دروازے کے پاس آکر کھڑی ہو گئی۔ کچھ دیر کرشن کی طرف ترچھی نظر سے دیکھ کر اس نے کہا "یہ حضرت تو یہاں موجود ہیں۔ اور یہ کیا ہو رہا ہے؟ کیا مجھلی بہو کے سامنے رو رو کر محبت کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ خوب! کیسے کیسے فریب و مکر کے طریقے جانتا ہے"

ہیمانگی بیماری سے کمزور تکیہ کے سہارے بیٹھی ہوئی تھی، کادمبنی کی طعنہ آمیز بات چیت سُن کر تیر کی طرح سیدھی ہو کر بیٹھ گئی اور بولی "دیدی میں ایک ہفتہ سے بیمار ہوں۔ تمھارے پیر پڑتی ہوں آج تم چلی جاؤ۔"

کادمبنی پہلے تو کچھ سٹپٹائی، لیکن پھر سنبھل کر بولی "مجھیں تو میں نے کچھ کہا نہیں مجھلی بہو۔ اپنے بھائی کو راستے پر لانے کے لئے سختی کرتی ہوں، تو اسکے لئے تم کیوں بگڑتی ہو۔ ایسا معلوم ہوتا ہے

خورسی

کہ مار ہی بیٹھو گی۔

ہیما نگی۔ حکومت تو رات دن ہوا کرتی ہے اور راستے پر لانے کے لئے جو سختی کی جاتی ہے وہ بھی میں جانتی ہوں۔ اپنے مکان پر لے جا کر تم چاہے جو کہو یا کرو۔ دیدی۔ پر میرے سامنے نہ کرو میں اسے نہیں دیکھ سکتی۔

کادمبنی۔ کیوں، کیا تم مجھے اپنے مکان سے دھکا دیکر نکال دو گی!

ہیما نگی۔ (ہاتھ جوڑ کر) میرا جی اچھا نہیں دیدی۔ تمہارے پیروں پڑتی ہوں۔ چپ ہو جاؤ۔ نہیں تو اپنے گھر چلی جاؤ۔

کادمبنی۔ کیا میں اپنے بھائی کو کچھ نہ کہوں۔

ہیما۔ مکان پر لے جا کر جو جی چاہے کہو، مگر یہاں معاف کرو۔

وہ تو آج اچھی طرح سے ہوگا ہی۔ اس طرح اگانے بجھانے کا مزا آج اس کمبخت کو چکھاؤ گی۔ بدذات، پاجی، حرام زادہ چغل خور کہیں کا۔ میں نے کہا گائے کے گلے کی رسّی کھو گئی ہے، کشنو ذرا سن لے کر بٹ ڈال۔ تب تو کہنے لگا "نہیں دیدی، تمہارے پیروں پڑوں، کٹھ پتلی کا ناچ دیکھ آؤں۔ یہیں تیری کٹھ پتلی کا ناچ ہے۔" یہ کہتی ہوئی کادمبنی غصّہ سے زور زور سے پیر پٹکتی ہوئی چلی گئی۔

ہیا نگی دیر تک کا ٹھ کی پُتلی کی طرح بیٹھی رہی پھر بولی :۔

کرشن! کٹھ پتلی کا ناچ دیکھنے کیوں نہیں گیا؟ وہاں چلا جاتا تو یہ جھگڑا کیوں ہوتا! وہ لوگ جب تجھے یہاں آنے سے روکتے ہیں تو تُو کیوں آتا ہے۔ اب کبھی میرے پاس نہ آنا، سمجھا!

کرشن نے ایک بھی لفظ مُنہ سے نہیں نکالا اور دھیرے سے اُٹھ کر چلا گیا۔ مگر فوراً لَوٹ آیا اور بولا "ہمارے گاؤں کی "شولاچھی" دیوی کی بڑی تعریف ہے دیدی۔ اُنکی مانتا ماننے سے اور پوجا کرنے سے بڑی سے بڑی بیماری دو دن میں اچھی ہو جاتی ہے۔ انکی پوجا کرنے کی منت مان دو دیدی۔

ابھی ابھی جھگڑا ہو جانے سے ہیا کی طبیعت زیادہ خراب ہو گئی تھی۔ لڑائی، جھگڑا تو آئے دن ہوا ہی کرتا تھا۔ طبیعت خراب ہونے کی وجہ اور ہی تھی۔ بیکار ایک بہانہ لے کر آج کادمبنی اس غریب اور یتیم لڑکے کو سزا دیگی۔ اِس خیال سے اسے دلی تکلیف ہوئی۔ کرشن کے لَوٹ آتے ہی ہیا نگی اُٹھ بیٹھی، اور اسے پاس بٹھا کر بدن پر ہاتھ پھیرتی ہوئی رو دی، اور بولی "میں جب اچھی ہو جاؤنگی تو تجھ کو پوجا چڑھانے کے لئے بھیجدونگی۔ تو اکیلا چلا جائیگا؟۔

کرشن نے کہا۔ "ہاں ہاں بڑی خوشی سے چلا جاؤں گا"۔ گویا منھ مانگی مراد پائی، تم آج ہی ایک روپیہ دیکر بھیج نہ دو منجھلی دیدی۔ میں کل صبح ہی پوجا چڑھاکر اور واپس آکر تمھیں پرشاد دیدونگا۔ کھاتے ہی فوراً سب تکلیف دور ہوجائیگی میں ابھی جاتا ہوں۔

ہیمانگی نے دیکھا کہ دیر کرشن کو کھل رہی ہے۔ اگر کسی طرح اُڑ کر جاسکے تو اور بھی اچھا ہو۔ ہیما نے کہا "مگر جب تم کل لوٹ کر آؤگے تب یہ لوگ تم کو بری طرح پیٹیں گے۔ مار نے پیٹنے کی بات سُن کر پہلے تو کرشن کی ہمت ٹوٹ گئی۔ لیکن یہ خیال دیر تک نہ رہا، اُسی دم اُس نے ہنستے ہوے کہا "ماریںگے تو کچھ ہرج نہیں۔ خوب مارلیں، تمھاری بیماری تو چلی جائیگی"۔ پھر ہیما کی آنکھوں سے آنسو گر پڑے۔ اُس نے کہا "اچھا کرشن میں تو ناتے رشتے کی یا سگی کوئی ہوں نہیں۔ پھر میرے لیے تجھکو اتنی فکر کیوں ہے!۔ وہ لڑکا اِس سوال کا جواب کیا دیتا! وہ کس طرح یہ سمجھائے کہ اسکا زخمی اور ستایا ہوا دل ہر وقت اپنی پیاری ماں کو تلاش کر رہا ہے۔ ذرا دیر مُنھ کی طرف تاکتے رہنے کے بعد اس نے کہا تمھاری بیماری دور ہولی تمہیں دکھائی

دیتی دیدی۔ سینے میں سردی جو سما گئی ہے۔

اب کی بار کچھ ہنس کر ہیمانگی نے کہا" میرے سردی سما گئی ہے اس سے تجھ کو کیا۔ تجھے کیوں اسکے لیے پریشانی ہو رہی ہے۔ یہی تو میں پوچھ رہی ہے۔ کرشن نے بڑے ہی حیرت لہجے میں کہا۔" مجھے فکر نہ ہوگی منجھلی دیدی؟ چھاتی میں سردی سما جانا بہت برا ہوتا ہے۔ بیماری بڑھ جائیگی، پھر کیا ہوگا؟۔

ہیما۔ تو پھر تجھے بلا بھیجونگی، بغیر بلائے اب مت آنا۔

کرشن۔ کیوں دیدی؟

ہیمانے کچھ سخت ہو کر کہا۔ نہیں میں اب تجھے یہاں نہ آنے دونگی۔ بغیر بلائے اگر تو یہاں آیا تو میں بہت ناراض ہونگی۔

کرشن نے ہیما کے منہ کی طرف دیکھ کر ڈرتے ہوئے پوچھا "تو پھر بتادو کل صبح کس وقت بلا بھیجوگی؟"

ہیما۔ کل ہی، اور وہ بھی سویرے تو یہاں کیوں آنا چاہتا ہے۔

کرشن نے اداس ہو کر کہا" اچھا! صبح نہ سہی، دوپہر کو آؤنگا، کیوں نہ منجھلی دیدی؟

ہیمانگی کو اسکے چہرے پر ایک ایسی پُر درد کیفیت دکھائی دی کہ اسکے دل کو بڑی چوٹ لگی۔ لیکن اب تو اسے سخت ہونا ہی پڑیگا۔

کلیجہ سخت کیے بغیر تو اب گزارا ہی نہ ہوگا ۔ سب مل کر اس یتیم لڑکے پر خواہ مخواہ جو ظلم کرتے ہیں اسکو اور زیادہ بڑھانا کسی طرح بھی ٹھیک نہیں ۔ لاچار ہونے کی وجہ سے وہ شاید انکو برداشت کر لے جائے ۔ مگر میرے یہاں آنے سے تو اس پر ظلم کا پہاڑ ہی گر پڑتا ہے ۔ مانا وہ یہ سب میرے لئے خوشی خوشی برداشت کرلیگا، مگر مجھ سے تو یہ کسی طرح بھی نہ دیکھا جائیگا ۔

ہیما نگی کی آنکھوں سے آنسو بہ چلے ۔ اس نے اپنا منھ دوسری طرف پھیر کر رکتی ہوئی آواز سے کہا "پریشان نہ کر بچے، جا یہاں سے بلانے سے ہی آنا ، ورنہ اچھا نہ ہوگا ۔ جب دیکھو تب آکر مجھے دکھی کرتا ہے ۔"

کرشن ۔ نہیں ، دکھی تو میں نے نہیں کیا اور نہ کبھی کرونگا ۔

یہ کہکر بیچارہ کرشن مکان کے باہر نکل گیا ۔

ہیما نے آنکھیں پونچھ کر دل میں کہا کہ کرشن تو نہیں جانتا کہ تیری منجھلی دیدی تجھ سے زیادہ مجبور ہے ۔ کمھلایا ہوا چہرہ مجھ سے نہیں دیکھا جاتا ۔ میں ہی جانتی ہوں کہ میں تجھے کتنا چاہتی ہوں مجھے اتنی بھی تو طاقت نہیں کہ تجھے کھینچ کر زبردستی اپنے پاس رکھوں ۔ تجھے نہیں معلوم کہ تیری منجھلی دیدی، تجھ سے زیادہ بے بس ہے ۔

اُما آکر بولی "ماں ، کل کشنو ماموں روپیہ وصول کرنے گئے

اور جو تیرے پاس بیٹھے رہے، اس لیے کاکا نے رات کو اُن کو ایسا مارا کہ ناک سے خون بہنے لگا

ہیما چونک اُٹھی، بولی "اچھا، ہو گا جا یہاں سے۔

اچانک ڈانٹ دینے سے اُما بھی گھبرا گئی۔ وہ اور نہ بولی، اور آہستہ آہستہ وہاں سے جا رہی تھی کہ ہیما نے پکارا۔ سُن تو کیا ناک سے زیادہ خون نکلا ہے؟۔

اُما مڑی اور کھڑی ہو کر کہنے لگی۔ "نہیں بہت نہیں، تھوڑا ہی سا گرا تھا۔

اچھا تو جا۔

اُما دروازے کے پاس جا کر بولی "ماں یہ دیکھو کشنو ماموں یہاں چھپے کھڑے ہیں۔

کرشن نے سُن لیا، شاید اسے اس نے اپنی التجا سمجھی، سر نکال کر جھانکتے ہوئے اس نے مسکرا کر کہا "کیسی طبیعت ہے اب منجھلی دیدی؟"

پریشانی، تکلیف اور غرور کی وجہ سے ہیما نگی پاگلوں کی طرح چلا اُٹھی۔ کیوں آیا تو یہاں۔ جا، جا۔ جلدی جا یہاں سے۔ دُور رہو کہتی ہوں۔ کرشن بیوقوف کی طرح کھڑا ہوا تاکتا رہا، مگر گیا نہیں۔

ہیمانگی نے اور بھی سخت آواز سے کہا " ارے کمبخت پھر بھی کھڑا ہے، جاتا نہیں۔

کرشن سر جھکا کر " جاتا ہوں " کہہ کر چلا گیا۔

اِسکے چلے جانے کے بعد ہیمانگی مُردے کی طرح جاکر اپنے پلنگ پر لیٹ رہی اور غصّہ سے بڑبڑانے لگی۔ سو دفعہ کہہ چکی ہوں کمبخت سے کہ میرے پاس نہ آنا، پھر بھی نہیں مانتا۔ منجھلی دیدی کی جان کا گاہک ہو رہا۔ اُما۔ شیبو سے کہہ دے کہ اُسے اندر نہ گھُسنے دے۔ اُما نے کچھ بھی جواب نہ دیا اور دھیرے دھیرے باہر چلی گئی۔

رات کو ہیمانگی نے شوہر کو بُلا کر پژمردہ آواز سے کہا " میں نے کبھی کسی دن تم سے کچھ نہیں مانگا ہے۔ آج بیماری کے وقت ایک بھیک مانگونگی، دوگے ؟ "

بپن نے پوچھا " کیا چاہتی ہو ؟

کرشن کو مجھے دیدو۔ وہ بیچارا بڑا دُکھی ہے۔ ماں باپ کوئی نہیں ہے، اسے وہ لوگ مارے ڈالتے ہیں۔ یہ ظلم و ستم مجھ سے نہیں دیکھا جاتا۔

بپن نے ہنستے ہوئے کہا " تو تم دیکھتی ہی کیوں ہو، ایسی آنکھیں بند کر لیا کرو۔ سب ٹھیک ہو جائیگا۔

شوہر کے اس جواب سے ہیما کا دل چور چور ہو گیا۔ کسی دوسری حالت میں وہ اس طعنہ زنی کو کسی طرح بھی برداشت نہ کر سکتی تھی۔ مگر آج تو اور ہی بات تھی۔ اس وقت بے چینی کی وجہ سے اس کا دم سا نکل رہا تھا۔ اسی لئے اُس نے اسکو بھی برداشت کر لیا اور ہاتھ جوڑ کر بولی۔" میں تمھاری قسم کھا کر کہتی ہوں کہ میں کرشن کو اپنے لڑکے کی ہی طرح چاہتی ہوں۔ وہ مجھے جان سے بھی زیادہ پیارا ہے۔ اسے مجھے دیدو۔ میں پال پوس کر بڑا کرونگی، لکھا پڑھا کر آدمی بناؤنگی، پھر تم لوگوں کا جو جی چاہے اسکا کرنا۔ بڑا ہو جانے پر اسکے بارے میں ایک لفظ بھی نہ کہونگی۔ یہ میں وعدہ کرتی ہوں۔

بپن کچھ نرم ہو کر بولا۔" مگر سوچو تو سہی، وہ کیا میری دکان کی دال چاول کی بوری ہے جو میں تجھے لا کر دیدوں، پرایا بھائی ہے، پرائے گھر آیا ہے۔ تم کیوں اسکے بیچ میں پڑ کر اپنا سر کھپاتی ہو، کیوں اتنی ہمدردی کرتی ہو۔

ہیما لگی رو پڑی۔ دم بھرتے آنسو پونچھ کر کہا" تم چاہو تو جیٹھ جی سے کہکر دیدی کی خوشامد کر کے اسے آسانی سے لا سکتے ہو۔ یہ میں بخوبی جانتی ہوں۔ تمھارے پیروں پر سر رکھ کر بھیک مانگتی ہوں

مجھے اسے لادو۔

اچھا مان لیا کہ یہ میں کر سکتا ہوں۔ مگر میں ہی کیوں ایک انجان آدمی کو مفت کھلا پلا کر پالتا رہونگا۔

ہیما۔ پہلے تو کبھی تم میری بات ٹالتے تھے، اب کون سی خطا مجھ سے ہو گئی ہے۔ بتاؤ۔ میں نے عاجزی سے اپنے دل کا حال کہ کر اپنی لاچاری بتا دی ہے۔ کہ دیا اس تکلیف کی وجہ سے میرا دم نکل جائیگا۔ تو بھی تم یہ معمولی سی بات کرنا نہیں چاہتے۔ وہ بدنصیب ہے اس لئے کیا تم سب مل کر اسے مار ہی ڈالوگے۔ اچھی بات ہے میں اسے اپنے پاس لاکر رکھونگی، دیکھیں وہ لوگ کیا کرتے ہیں۔

اب ہیمن کو غصہ آگیا بولا " میں اُسے کھلا نہ سکونگا

ہیما۔ میں کھلاؤنگی۔ میں کیا اس گھر کی کوئی نہیں ہوں۔ جو مجھے اپنے لڑکے کو کھلانے پلانے کا بھی حق نہیں ہے۔ میں اسے کل ہی اپنے پاس لاکر رکھونگی۔ دیدی اور جیٹھ جی جو زبردستی اُسے روک رکھیں گے تو میں اُسے تھانہ میں داروغہ صاحب کے پاس بھیج دونگی۔

عورت کی باتیں سُن کر ہیمن غصہ اور غرور کی وجہ سے کچھ دیر تک بول ہی نہ سکا۔ پھر کہا " اچھا اس بارے میں پھر دیکھا جائیگا۔ اور وہ باہر چلا گیا۔

دوسرے دن صبح سے ہی بارش ہونے لگی۔ ہیا کھڑکی کھولے ہوئے آسمان کی بہار دیکھ رہی تھی۔ یکایک پانچو گوپال کی تیز آواز کانوں میں پڑی، وہ چلّا کر کہہ رہا تھا "ماں اپنے سمجھدار بھائی کو تو دیکھو، پانی میں بھیگتے ہوئے آئے ہیں آپ۔

"جھاڑو کہاں ہے رے! آتی ہوں۔" کہنے کے ساتھ ہی کادمبنی ٹھمکتی ہوئی کوٹھری کے باہر آکر تیز چال سے جھپٹ کر باہر کی ڈیوڑھی میں پہونچی۔

ہیا کا کلیجہ کانپ اٹھا۔ للت کو بلا کر کہا "جا تو بیٹیا اس گھڑی باہری بیٹھک میں، دیکھ تو تیرا اکیلا ماموں کہاں سے آیا ہے؟۔

للت دوڑتا ہوا گیا اور دم بھر میں لوٹ کر بولا۔ "پانچو دادا نے ماموں کے دونوں ہاتھ گھٹنوں کے بیچ سے نکال کر دونوں کان پکڑوا کر کھڑا کر رکھا ہے، اور سر پر دو اینٹیں بھی لاد دی ہیں، اور یہ کہہ دیا ہے کہ ایک اینٹ گرنے پر بیس چھڑیاں لگیں گی۔

ہیا تکی کا منہ سوکھ گیا، پوچھا۔ "اس نے کون سا قصور کیا تھا؟

للت نے کہا۔ "کل دوپہر کو انھیں تقاضا وصول کرنے کے لیے اہیروں کے پاس بھیجا تھا۔ وہاں سے تین روپیہ وصول کر کے ماموں بھاگ گئے تھے۔ سب خرچ کر ڈالے تب آج آئے ہیں۔

ہیا نگی کو یقین نہ آیا۔ بولی "کون کہتا ہے وہ روپیہ وصول کرالایا تھا"

"پھمن اہیر خود آکر کہہ گیا ہے" کہہ کر لالت پڑھنے چلا گیا۔

دو تین گھنٹے تک پھر کچھ شور و غل نہیں سنائی دیا۔ دس بجے کے وقت مہراجن تھالی پروس کر پاس رکھ گئیں۔ ہیا نگی کھانے کے لیے بیٹھی ہی تھی کہ انھیں کے گھر کے دروازے پر شور و غل ہونے لگا۔ بڑی بہو کے پیچھے پانچو گوپال کرشن کے کان پکڑے ہوئے گھسیٹتا ہوا لا رہا تھا۔ ہیا کے جیٹھ جی بھی ساتھ تھے۔ بپن کو بھی بلانے کے لئے دوکان پر آدمی بھیجا گیا تھا۔

ہیا نگی جھٹ پٹ آنچل کھینچ کر سر ڈھکتی ہوئی کمرے کے ایک کونے میں سمٹ کر کھڑی ہو گئی۔ جیٹھ جی نے سخت اور کڑوی آواز سے کہنا شروع کیا۔ "تمھاری وجہ سے اب تو گھر میں رہنا مشکل ہو گیا ہے منجھلی بہو۔ بپن سے کہو کہ ہمارے گھر کی قیمت دے کر خرید لیں، ہم دوسری جگہ اٹھ جائیں"

ہیا تعجب اور گھبراہٹ کی وجہ سے چپ چاپ کھڑی رہی۔ تب بڑی بہو جنگ شروع کرنے کی ذمہ داری لے کر دروازے کے ٹھیک سامنے کھڑی ہو کر ہاتھ اور منھ مٹکا کر کہنے لگی۔ "منجھلی بہو

میں تمھاری بیٹھانی ہوں، مگر نیمہ کو تو تم گنتیا بلی ہی سمجھتی ہو۔ خیر اچھا ہی کر لی تو ہو۔ لیکن میں ہزار بار کہہ چکی ہوں کہ جھوٹ موٹ دکھلانے کے لیے لاڈ دُلار کر کے میرے بھائی کو برباد نہ کر ڈالو۔ کیوں اب وہی بات ہو لی کہ نہیں! اجی دو دن لاڈ پیار کرنا آسان ہے لیکن ہمیشہ کا بوجھ اپنے سر لینا بڑا مشکل ہے۔ تم ہمیشہ کے لیے تو میرے بھائی کی ذمہ داری لوگی نہیں، وہ تو مجھے ہی بھگتنا پڑیگا۔

ھیمانے صرف یہی سمجھا کہ یہ سب لڑائی کی تمہید ہے۔ دھیمی آواز سے پوچھا کیا ہوا ؟۔

کادمبنی نے اور بھی ہاتھ مٹکاتے ہوئے کہا " اچھا ہوا، خوب ہوا۔ تمھارے سکھانے پڑھانے کی وجہ سے اس پاجی نے تقاضے کا روپیہ وصول کر کے اُڑانا سیکھ لیا ہے۔ دو چار دن پاس بُلا کر اور کچھ صلاح مشورہ دیتی رہو تو پھر صندوق توڑنا، نقب لگانا سبھی سیکھ جائیگا۔"

ھیما تھی ایک تو مریض، دوسرے اس پر طعنہ زنی اور جھوٹی شکایت۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ بھی غصہ سے پاگل ہو اُٹھی۔ اس کے پہلے کسی وجہ سے بھی جیٹھ کے سامنے وہ کبھی بولی نہ تھی۔ لیکن آج اس سے نہیں رہا گیا۔ آہستہ سے کہا۔ " میں نے کیا اسکو چوری اور ڈکیتی سکھا دی ہے دیدی۔ تم کہتی کیا ہو ؟

کادمبنی نے بغیر کسی ہچکچاہٹ کے کہہ دیا کہ "یہ میں کس طرح جانوں کہ تم نے سکھایا ہے یا نہیں۔ پہلے تو اسکی عادت یہ نہیں تھی۔ اب کیوں اور کیسے ہو گئی۔ تم دونوں کی اس طرح چھپ چھپ کر ایسی کون سی باتیں ہوتی رہتی ہیں۔ اتنے پیار اور محبت کے اظہار کی کیا وجہ ہے؟"

بہت دنوں کی چھپی ہوئی کدورت آج ذرا سا راستہ پاکر تیزی سے باہر نکل پڑی۔ اسے صرف وہی دیکھ پایا جو سب کچھ دیکھتا رہتا ہے۔ گھڑی بھر کے لیے تو ہیانگی سناٹے میں آ گئی۔ ایسا جان پڑا کہ اس میں جان ہی نہیں ہے۔

انسان انسان کو اس بُری طرح چوٹ پہونچا سکتا ہے۔ اسکی اس بے شرمی کے ساتھ بے عزتی کر سکتا ہے۔ ایسا خیال اسکے دماغ میں جگہ ہی نہ پا سکا تھا۔ لیکن دم بھر کے بعد چوٹ کھائی ہوئی شیرنی کی طرح آنکھوں سے آگ اُگلتی ہوئی ہیانگی باہر نکل آئی۔ جیٹھ جی کو سامنے دیکھ کر ذرا سا گھونگھٹ اور بڑھا لیا مگر اپنے غصہ کو نہ روک سکی۔ جیٹھانی سے آہستہ، مگر بیحد سخت لہجے میں کہا۔ "تم تو اتنی زیادہ بے شرم ہو کہ مجھے تم سے بولنے میں بھی نفرت معلوم ہوتی ہے۔ تم اسے اپنا بھائی کہتی ہو۔ آدمی ایک جنگلی جانور کو پالتا ہے تو اُسے بھی بھر پیٹ روٹی دیتا ہے۔ تم تو اس بدنصیب لڑکے سے بھی طرح طرح کے ذلیل کام لیتی رہتی ہو

پھر بھی میں نے تم کو آج تک کسی دن اسے پیٹ بھر کر کھانا دیتے نہیں دیکھا۔ میں نہ ہوتی تو اب تک یہ کب کا بھوکوں مر کر دوسری دُنیا پہنچ گیا ہوتا۔ یہ صرف پیٹ کی آگ بجھانے کو میرے پاس چلا آتا ہے۔ لاڈ پیار اور نخرہ دکھانے اور کرنے کے لئے نہیں۔"

بڑی بہو نے کہا۔ "ہم لوگ کھانے کو نہیں دیتے، صرف محنت مزدوری کرا لیتے ہیں، اور تم نے روز خیرات میں کھانا دے کر اب تک چلا رکھا ہے۔

ہیما۔ ہاں یہی بات ہے، آج تک کسی دن اسکو دونوں وقت کھانے کو نہیں دیا۔ صرف مارا پیٹا، اور جتنا ہو سکا اس سے محنت کا کام کرا لیا ہے۔ تمھارے ڈر کی وجہ سے میں اِس سے دُور ہی رہتی ہوں اور اسکو بھی منع کرتے کرتے تھک گئی کہ میرے یہاں مت آیا کر مگر یہ نہیں مانتا۔ اصل میں بھوک کی آگ اسے برداشت نہیں ہوتی اور میرے یہاں اسے پیٹ بھر کھانا مل جاتا ہے۔ اس سے بار بار دوڑ آتا ہے۔ چوری، ڈاکہ کی صلاح لینے نہیں آتا۔ اور یہ تو تم ہی سب سے بڑھ کر جانتی ہو۔ مگر تم سب کو اتنا بغض و حسد ہے کہ سچائی کو دیکھ ہی نہیں پاتے۔

اسکا جواب جیٹھ جی نے یوں دیا۔ اپنے چھوٹے بھائی کی عورت

کے سامنے کرشن کو گھسیٹتے ہوئے کھینچ لائے اور اسکی دھوتی کا کھونٹ کھول کر اندر سے ایک کیلے کے پتے کا دُونا نکالتے ہوئے غصّے میں بولے: "ہم حاسد ہیں، ہم دوسروں کو دیکھ نہیں سکتے۔ سب ٹھیک ہے۔ لیکن ہم کیوں نہیں اسکو اچھی نظر سے دیکھتے ہیں، یہ تم بھی تو اپنی آنکھوں ذرا دیکھ لو۔ منجھلی بہو ٹھیک تو یہی ہے کہ تمھاری صحبت میں اس نے یہ سب فن سیکھ لیے ہیں۔ میرے روپے چُرانے لگا ہے۔ تقاضے کے روپیے خرچ کر کے تمھارے بھلے کے لیے، تمھارے چنگا ہونے کی خواہش سے دیوی دیوتا کے مندر میں جا کر پوجا بھینٹ چڑھا کر پرشاد لے آیا ہے، یہ لو۔

اب نوین نے اِس دونے سے کچھ پھول پتی اور پیڑے بتاشے نکال کر دکھائے۔

آنکھیں چڑھا کر کادمبنی بولی "باپ رے۔ کیسا دغا باز ہے، کتنا بڑا شیطان ہے۔ اچھا تو منجھلی بہو، اب تم ہی کہہ دو، اس نے کس کے لئے چوری کی ہے۔ یہ کیا میرے بھلے کے لیے تقاضے کی رقم خرچ کر آیا ہے۔

بے گناہ ہوتے ہوئے بھی ہیمانگی گناہگار ثابت ہو گئی۔ اسکو کرشن پر بڑا غصہ آیا، جھپٹ کر اسکے سامنے آئی اور چٹا پٹ دو

طمانچے لگانے کے بعد کہنے لگی۔ چور کہیں کا۔ میں نے تجھکو چوری کرنا سکھا دیا ہے، کیوں؟ ارے بدنصیب، ہزاروں بار تجھے اپنے مکان پر نہ آنے کے لئے کہا، اور اکثر ڈانٹ کر بھگا بھی دیا۔ مجھے اب پوری طرح یقین ہو گیا کہ تو چوری ہی کرنے کی نیت سے چپ چاپ اکثر جھانکا کرتا تھا۔"

اس درمیان میں گھر کے سب آدمی آکر جمع ہو چکے تھے۔ شیو بولا۔" میں خود اپنی آنکھوں دیکھ چکا ہوں ماں۔ پرسوں رات کو یہ کرشن تمھارے کمرے کے سامنے اندھیرے میں چھپا کھڑا تھا، مجھے دیکھتے ہی بھاگ گیا۔ میں نہ آجاتا تو ضرور ضرور، یہ تمھارے کمرے میں گھس کر چوری کر لے جاتا۔

پانچو نے کہا" جانتا ہے کہ چاچی کا جی نہیں اچھا ہے۔ شام ہوتے ہی سو جاتی ہیں، یہ کیا کم چالاک ہے؟۔

بھیا کو سسرال میں رہتے ہوے سولہ سال ہو گئے اتنے دنوں میں کادمبنی کو اتنی خوشی کبھی نہیں ہوئی جتنی آج منجھلی بہو کا برتاؤ کرشن کے ساتھ دیکھ کر ہوئی۔ اس نے بیحد خوش ہو کر کہا" یہ بھیگی بلی بنا ہوا تھا۔ منجھلی میں بھلا کس طرح جانتی کہ تم نے اپنے مکان میں گھسنے کو اسے منع کر دیا ہے۔ یہ تو کہتا پھرتا ہے" منجھلی دیدی تو مجھے ماں سے زیادہ

پیار کرتی ہیں ۔"

پھر مع دونے کے دیوی جی کا پرشاد پھینکتے ہوئے کہنے لگیں:۔
"تین روپے چُرا کر کہیں سے دو چار پھول اُٹھا لایا ہے حرام زادہ ، جھوٹا کہیں کا ۔

گھر لے جا کر مالک مکان نے چور کو سزا دینا شروع کر دی۔ بڑی بے دردی کی مار دی ۔ کرشنا کمال برداشت کا اظہار کر رہا تھا ۔ وہ چُپ چاپ مار کھا رہا تھا ۔ نہ روتا تھا ، نہ کچھ کہتا تھا ۔ طمانچہ لگنے سے مُنہ اِدھر کر لیتا تھا ۔ اور اُدھر لگنے سے اِدھر کر لیتا تھا ۔ جیسے بھری ہوئی گاڑی لئے ہوئے بیل دلدل میں پیر پھنس جانے سے لاچار ہو کر چپکا چوٹ چابک کی مار کھاتے ہیں ، ویسے ہی کرشنا بھی چُپ چاپ مار کھاتا رہا ، یہاں تک کہ کادمبنی نے بھی مان لیا کہ مار کھانا اسے کہتے ہیں ۔ لیکن خدا جانتا ہے کہ دُنیا میں ان لوگوں سے پیشتر کبھی کسی نے کرشنا کے جسم میں ہاتھ بھی نہ لگایا تھا ۔ اسکی عادت ہی ایسی تھی کہ وہ کسی سے کچھ مطلب نہ رکھتا تھا ، نہ کسی کے لینے میں تھا اور نہ کسی کے دینے میں ۔

ہیمانگی اپنے یہاں جا کر سب کھڑکیاں چاروں طرف سے بند کر کے فرش پر بُت بنی بیٹھی تھی ۔ اُما مار کا منظر دیکھنے گئی تھی ۔ اس نے گھر آ کر کہا " چاچی کہہ رہی تھیں کہ کرشن بڑا ہو کر ڈاکو ہو گا ۔ اس کے

اس کے کانوں میں کوئی دیتا ہے۔ ماں کے آنسو بھرے بھرائے گلے سے "اُما" کا تلفظ سُن کر اُما چونک اُٹھی، اس نے پاس جا کر ڈرتے ڈرتے پوچھا "کیوں ماں؟"

"ہاں رے، کیا ابھی تک سب مل کر اُسکو مار رہے ہیں"۔ یہ کہنے کے ساتھ ہی ہیما ننگی فرش پر پٹ پڑ کر رونے لگی۔ ماں کا رونا دیکھ کر اُما بھی رونے لگی، پھر ماں کے پاس بیٹھ کر اپنی ساری کے کونے سے آنسو پونچھتے ہوئے اُما نے کہا "پرشنّی کی ماں کشنو ماموں کو باہر کھینچ لے گئی ہے۔

ہیما کچھ نہ بولی، اسی جگہ اُسی طرح پڑی رہی۔ دو تین بجے کے وقت یکایک سردی کے ساتھ اسے بخار چڑھ آیا۔ بخار معمولی نہ تھا۔ آج بہت دن کے بعد بیماری سے صحت پا کر وہ کھانا کھانے بیٹھی تھی، لیکن وہ جیوں کا تیوں پڑا سوکھتا رہا۔

شام ہونے پر بپن گھر آیا۔ دوسرے گھر میں بھاوج کے مُنھ سے آج کی رام کہانی سُن کر غصے کے جوش میں ہیما کے کمرے میں گھسنے ہی والا تھا کہ اُما نے پاس جا کر آہستہ سے کہا "ماں بخار میں بیہوش پڑی ہیں بابوجی"۔

بپن سُن کر چونک اُٹھا۔ بولا "کیا کہا، ادھر تین چار دن سے بخار کا نام نہ تھا، آج کہاں سے آ گیا؟"۔

بپن اپنی بیوی سے بہت محبت رکھتا تھا، اسکا اظہار اس بات سے ہو جاتا ہے کہ بیوی کی ضد رکھنے کے ہی لیے پانچ سال پہلے بھائی سے جدا ہو جانا بھی اسے برا نہ لگا۔ اس نے مایوس ہو کر کمرے کے اندر گھستے ہی دیکھا کہ ابھی تک ہیما زمین پر پڑی ہوئی تھی۔ بپن نے گھبرا کر جھٹ پٹ اٹھا کر پلنگ پر لٹانے کے لیے اسکے جسم پر ہاتھ رکھا، تو ہیما نے آنکھیں کھول کر شوہر پر نظر ڈالی، دم بھر تاکتے رہ کر خاوند کے پیر پکڑ کر لپٹ گئی اور رو پڑی۔ کہا " دیکھو، کرشنا کو اپنے یہاں پناہ دو۔ نہیں ہزار دوا کرو کچھ بھی فائدہ نہ ہوگا۔ کرشن کی تکلیف کو ختم کیے بغیر درگا مائی مجھے معاف نہ کرینگی۔ تبپن پیر چھڑا کر ہیما کے پاس بیٹھ گیا اور اسکے سر پر ہاتھ پھیرنے لگا۔ ہیما نے پھر کہا " بولو کرشن کو لا دوگے مجھے؟

بپن نے اپنی بھیگی آنکھوں کو ہاتھ سے پونچھ ڈالا اور کہا۔" تم جو چاہتی ہو وہی ہوگا۔ جلدی چنگی ہو جاؤ"۔

ہیما نے اور کچھ نہ کیا اور اٹھ کر بستر پر لیٹ گئی۔ رات کو بھی بخار اتر گیا۔ دوسرے دن صبح کو اٹھ کر بپن نے اس بات پر غور کیا اور بے حد خوش ہوا۔ ہاتھ منھ دھویا، کچھ ناشتہ کیا، کپڑے پہن کر دوکان جانے کو تیار ہوا۔ اس وقت ہیما نے آکر کہا " بیحد پیٹے جانے کی وجہ سے کرشن کو بخار آیا ہے۔ اسکو میں اپنے گھر لے آتی ہوں حکم دو"۔

بپن دل میں بیحد ناراض ہو کر بولا۔ "اُسے گھر میں لانے کی کیا ضرورت ہے، جہاں ہے وہیں رہنے دو۔"

ہیما کچھ دیر تک چُپ رہنے کے بعد بولی "کل رات کو جو وعدہ تم نے مجھ سے کیا ہے کہ اسے اپنے یہاں پناہ دو گے۔

بپن نے نفرت اور لاپرواہی سے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ وہ ہمارا کون ایسا سگا ہے جو اپنے گھر لا کر پالیں پوسیں، تم بھی ایک بیکار کا جھگڑا اپنے سر لے رہی ہو۔

کل رات کے وقت عورت کی نازک حالت دیکھ کر جو بات بپن نے منظور کر لی تھی اس کو آج صبح عورت کی اچھی حالت دیکھ کر صرف ایک معمولی سنک سمجھ لینے میں انکو کچھ بھی ہچکچاہٹ نہ ہوئی۔ بغل میں چھاتا دبا کر اُٹھ کھڑا ہوا اور بولا "دیکھو پاگل پن مت کرو، دادا وغیرہ بہت ناراض ہو جائیں گے۔

ہیما نے جواب میں بہت ہی دھیمی آواز میں کہا۔ "دادا یا بھابھی ناراض ہو کر اسکا خون کر سکتے ہیں؟ کیا میں جو اسے لے لونگی تو دُنیا میں کوئی روک سکتا ہے۔ آج تک میرے دو بچے اپنے پیٹ سے تھے، کل سے تین ہونگے۔ میں کرشنا کی ماں ہوں، سمجھے۔

"اچھا اُس وقت دیکھا جائیگا" کہہ کر بپن چل دیا۔ اتنے ہی میں

ہیما سامنے آکر راستہ روک کر کھڑی ہو گئی اور بولی۔ "اس گھر میں اسکو آنے دو گے یا نہیں ؟"۔

" ہٹو ہٹو یہ کیا پاگل پن کرتی ہو" کہتا اور عورت کی طرف ترچھی نظر سے دیکھتا ہوا بہن چلا گیا۔

ہیما نے پکارا شبو ! "ابھی جا کر بیل گاڑی تو لے آ۔ میں اپنے مائیکے جاؤں گی"۔ بہن نے بھی سن لیا، اور جی میں ہنس کر کہنے لگا۔

" چل مجھے دھمکی دے رہی ہے۔

کرشن دیوی کے مندر کے باہر چبوترے پر پھٹی چٹائی پر بخار اور جسم کے درد اور شاید کسی اندرونی تکلیف کی وجہ سے بیہوش سا پڑا تھا۔ ہیما نے آکر پکارا کرشن !

کرشن جیسے تیار ہی بیٹھا تھا۔ فوراً اُٹھ بیٹھا اور بولا "منجھلی دیدی"! اسکے بعد شرمیلی سی مسکراہٹ اسکے مرجھائے چہرے پر دوڑ گئی۔ جیسے اسکو کوئی بیماری یا تکلیف تھی ہی نہیں۔ وہ جوش کے ساتھ اُٹھ کھڑا ہوا اور دھوتی کے گوشے سے پھٹی چٹائی کو جھاڑتے ہوے بولا " بیٹھو"۔

ہیما نے اس کا ہاتھ پکڑ کر سینے کے پاس لاکر کہا۔ "اب بیٹھونگی نہیں بھیا، آؤ، میرے ساتھ چلو۔ آج تم کو میرے مائیکے پہنچانا ہوگا۔

" چلو " کہہ کر کرشن نے اپنی ٹوٹی ہوئی چھڑی اُٹھا کر بغل میں

دبا لی، اور چھٹا ہوا انگوچھا کندھے پر ڈال لیا۔

ہیما کے دروازے پر بیل گاڑی کھڑی تھی، اس میں ہیما کرشن کے ساتھ سوار ہو گئی، گاڑی جب گاؤں کے باہر کچھ دور تک نکل گئی تب اچانک پیچھے زور زور سے پکارنے اور چلّانے کی آواز سن کر گاڑی بان کو گاڑی روکنا پڑی۔ بین آتا ہوا دکھ پڑا۔ وہ پسینہ سے تر تھا اور دھوپ سے اسکا چہرہ تمتایا ہوا تھا۔ اس نے آکر ڈرتے ہوئے پوچھا "کہاں جاتی ہو بھابی ؟"۔

ہیما نے کرشن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "اسکے گاؤں کو"

بین۔ کب لوٹو گی ؟۔

ہیما نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا۔ "جب بھگوان لوٹائے"۔

بین ۔ "اسکے معنی ؟"

ہیما نے پھر کرشن کو دکھا کر کہا۔ "کسی دن اگر کہیں اسکو سہارا ملیگا، تو میں اکیلی لوٹ کر آسکونگی۔ نہیں تو اسے لیکر وہیں رہنا پڑیگا۔

بین کو یاد آیا۔ اُس دن بھی، اس نے بیوی کے چہرے پر ایسا ہی اُتار چڑھاؤ دیکھا تھا اور اسی طرح کی آواز بھی سُنی تھی۔ جس دن موتی کہار کے یتیم بھانجے کے باغ کے معاملے میں اسکی حفاظت کے لئے وہ اکیلی ہی سب کے خلاف ہو گئی تھی، یاد آیا کہ یہ عورت دوسرے ڈھنگ کی ہے، یہ

ناانصافی کسی طرح بھی برداشت نہیں کر سکتی۔ اسے آنکھیں دکھا کر بھی ارادے سے ہٹایا نہیں جا سکتا۔

بپن نے ملائم ہو کر خوشامدانہ لہجہ میں کہا "معاف کر دو ہیما، اب گھر چلو۔"

ہیما نے ہاتھ جوڑ کر کہا "تم ہی مجھ کو معاف کرو۔ کام پورا کیے بغیر میں اب گھر کسی طرح بھی لوٹ نہیں سکتی۔"

بپن دم بھر تک اپنی بیوی کے چہرے پر جھلکتی ہوئی مستقل مزاجی کو دیکھتا رہا۔ پھر یکایک سامنے کی طرف جھک کر کرشن کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا "کرشن، اپنی بھابی دیدی کو تو گھر لوٹا لے چل۔ میں قسم کھاتا ہوں کہ آج سے تم بھائی بہنوں کو میری زندگی بھر کوئی جدا نہیں کر سکیگا۔"

